MALIK JI
25-Jul-14

محمود، فاروق، فرزانہ اور
انسپکٹر جمشید کے کارنامے ۱۴

قاتل قصبہ

اشتیاق احمد

MALIK JI
25-Jul-14

دو باتیں

لیجیے! یہ قاتل قصبہ ہے، انجام کے لحاظ سے آپ اسے بالکل مختلف پائیں گے، یہ بھی ہو سکتا ہے، یہ صرف میرا خیال ہو اور آپ کا خیال اس کے بالکل اُلٹ ہو، اُلٹے ہو یا سلٹے کسی کے خیال پر پابندی عاید نہیں کی جاسکتی۔

اس ماہ سے سوال اور جواب کے ایک نہیں دو سلسلے شروع کیے جا رہے ہیں، تفصیل آخر میں دی جا رہی ہے، اُمید ہے، آپ ان دونوں سلسلوں کے شروع ہونے پر بہت خوش ہوں گے کیونکہ ایک مدت سے اصرار کر رہے تھے، آخر آپ کا اصرار رنگ لایا اور مجھے ہار ماننا پڑی، ویسے مجھے اس میں شک ہے کہ اصرار رنگ لا سکتا ہے یا نہیں... یوں تو لوگ ہینگ اور پھٹکڑی لگائے بغیر بھی چوکھا رنگ لے آتے ہیں، شاید اس لیے کہ ہینگ اور پھٹکڑی ان کے پاس ہے ہی نہیں۔

اشتیاق احمد

MALIK JI
25-Jul-14

گنڈا خان

"تم میں سے کوئی اس تھانے دار کی جیب سے بٹوہ اڑا کر دکھائے تو مانوں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابا جان! ابھی ابھی آپ نے کچھ کہا، یا ہم تینوں کے کان بجے تھے۔" فاروق نے مارے حیرت کے آنکھیں گھمائیں۔

"ہم تینوں کے کان ایک ساتھ نہیں بج سکتے۔" فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر باری باری بجے ہوں گے، ابا جان ہمیں چوری کا حکم نہیں دے سکتے۔ چوروں کو پکڑنے کا ضرور دے سکتے ہیں۔" محمود نے شوخ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابا جان کوئی بہت دور تو بیٹھے نہیں، یہیں ہمارے پاس ہی تو ہیں، ان سے پوچھ لیتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا اور انسپکٹر جمشید کی طرف مڑا۔ "آپ نے بتایا نہیں ابا جان، ابھی ابھی آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا؟"

"ہاں! کہا تھا، تمہارے کان نہیں بجے تھے۔" وہ بولے۔

"ارے باپ رے! تو کیا آپ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اس ٹھانے دار کا بٹوہ اڑا لائے۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! میں یہی چاہتا ہوں، ٹھانے دار کھانا ختم کرنے والا ہے، اس کے بعد وہ بل ادا کرنے کے لیے بٹوہ جیب سے نکالے گا، میں چاہتا ہوں اس کا ہاتھ جیب سے خالی واپس آئے۔"

"بہت خوب! لیکن سوال یہ ہے کہ آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں، اس ٹھانے دار سے آپ کو کیا دشمنی ہے، یا آپ اس سے مذاق کرنا چاہتے ہیں۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"تم جانتے ہی ہو، میں ایسے مذاق نہیں کیا کرتا، میں اس کا بٹوہ کیوں اڑانا چاہتا ہوں، اس سوال کا جواب میں ابھی نہیں دے سکتا، باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے یہ فیصلہ کر لو کہ بٹوہ کون اڑائے گا۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اس کام میں تو محمود ہی ماہر ہے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"ابا جان! یہ مجھے چور کہہ رہا ہے۔" محمود نے چلّا کر کہا۔

"کہنے دو، تمہارا کیا جاتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بہتر ہے، تو میں بٹوہ اڑانے جاتا ہوں، خدا حافظ۔" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے بہت دور کسی مہم پہ جا رہے ہو۔" فرزانہ نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"اگر یہ اتنی ہی آسان مہم ہے تو تم سر انجام دے لو، ٹھانے دار اتنا نزدیک بھی تو نہیں بیٹھا۔" محمود نے جل کر کہا اور نپے تلے قدم اٹھانے لگا۔

وہ اس وقت فیروز آباد کے ہوٹل خیابان میں بیٹھے تھے، اور معمول کے مطابق ہلکے قسم کے میک اپ میں تھے۔ دارالحکومت میں ان دنوں بلا کی گرمی پڑ رہی تھی اور تینوں کو گرمی کی چھٹیاں بھی تھیں، تینوں روزانہ سیر کے لیے کسی مقام پر جانے کا پروگرام بناتے اور ہٹاتے رہتے، لیکن کئی دن گزر جانے کے بعد بھی کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے، آخر انسپکٹر جمشید نے ہی اس سلسلے میں ان کی مدد کی اور ایک دن آ کر گویا اعلان کیا کہ کل سب لوگ فیروز آباد کے لیے روانہ ہوں گے، سب لوگ کا سن کر بیگم جمشید نے برا سا منہ بنایا اور بولیں۔

"مجھے تو معاف ہی کر دیں۔"

"کیوں! تم نے کیا قصور کیا ہے کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"بات قصور کی نہیں، ان حالات کی ہے جو ہم لوگوں کو گھیر لیتے ہیں، جب بھی کہیں سیر کے لیے جاتے ہیں، کوئی نہ کوئی

MALIK JI
25-Jul-14

شورشہ کھڑا ہو جاتا ہے، لہٰذا میں تو باز آئی، میں یہیں رہوں گی۔" انہوں نے کھرا جواب دیا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے کہا۔

اور اس طرح ان کا سیر کا پروگرام بنا، یہاں پہنچ کر انہوں نے ہوٹل خیاباں میں قیام کیا، دو کمرے پہلے ہی بک کروا لیے گئے تھے۔ جب وہ یہاں آئے تو پہاڑوں سے ٹکرانے والی سرد ہواؤں نے ان کا استقبال کیا تھا اور وہ جھوم اُٹھے تھے، کیونکہ دارالحکومت میں تو ان سرد ہواؤں کو ترس گئے تھے، ہوٹل خیابان میں انہیں جو کمرے ملے تھے، ان کی کھڑکیاں باہر کی طرف کھلتی تھیں اور وہ پہاڑوں کے مناظر سے لُطف اندوز ہو سکتے تھے، آج انہیں یہاں آئے دوسرا ہی دن تھا اور وہ ہوٹل کے ہال میں ابھی ابھی دوپہر کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے کہ انسپکٹر جمشید نے تھانے دار کے بٹوے کا ذکر چھیڑ دیا، اور اب محمود تھانے دار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اس کی طرف نہ دیکھو، آپس میں باتیں کرتے رہو۔" انسپکٹر جمشید نے فاروق اور فرزانہ کو ہدایت دی، کیونکہ دونوں کی نظریں محمود کا تعاقب کرنے لگی تھیں، انہوں نے جلدی سے نظریں ہٹا لیں، فاروق نے کہا۔

"کیا آپ کسی خاص وجہ سے بٹوہ اڑانا چاہتے ہیں۔"

"میں بتا چکا ہوں کہ ابھی یہ نہیں بتا سکتا۔" انہوں نے کہا۔

"چلیے نہ بتائیں، اتنا تو بتا دیں کہ کیا بٹوے میں کوئی خاص چیز ہے یا بڑی رقم ہے۔" فرزانہ بولی۔

"بھلا انہیں بڑی رقم سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"تھوڑی دیر بعد بٹوہ تمہارے سامنے ہی خالی کیا جائے گا، اس وقت دیکھ لینا۔" انہوں نے کہا، پھر چونک کر بولے۔

"محمود اس کے قریب پہنچ گیا ہے، اب تم اس کی مہارت دیکھنے کے لیے سرسری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے کے بہانے اس کی طرف دیکھ سکتے ہو۔"

انہوں نے نظریں اوپر اٹھائیں، عین اسی وقت تھانے دار کی میز پر رکھا ہوا گلاس نیچے گر گیا، کوئی بھی یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ گلاس کس طرح نیچے گرا، محمود نے کچھ ایسی ہی مہارت سے اس سے ہاتھ ٹکرایا تھا، لیکن چونکہ انسپکٹر جمشید، فاروق، اور فرزانہ اسی سمت دیکھ رہے تھے، اس لیے انہوں نے صاف دیکھا تھا، گلاس ایک چھناکے سے ٹوٹا، تھانے دار کے چہرے پر حیرت کے آثار طاری ہو گئے، شاید اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ گلاس خود بخود کیسے گر گیا، وہ جھک کر گلاس کے ٹکڑوں کو گھورنے لگا اور عین اس

MALIK JI
25-Jul-14

وقت محمود اس کی حیرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے جسم سے مس ہوتا ہوا نکلتا چلا گیا، اس دوران تھانے دار کا بٹوہ اس کی جیب میں پہنچ چکا تھا، تھانے دار اس وقت بھی گلاس کے ٹکڑوں کو گھور رہا تھا، اسی وقت بیرا اس کی میز کی طرف بڑھتا نظر آیا، دوسری طرف محمود واپس نہیں پلٹا تھا بلکہ ہال کے آخری سرے پر بنی ہوئی لیٹرین کی طرف چلا گیا، تھا، جیسے وہ پیشاب کرنا چاہتا ہو، دو منٹ بعد وہ باہر نکلا اور واپس اپنی میز پر آ کر بیٹھ گیا، انسپکٹر جمشید اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بہت خوب! تم نے نہایت صفائی سے یہ کام سرانجام دیا۔" وہ خوش ہو کر بولے۔

"جی ہاں! اتنی صفائی سے کہ ہال کا فرش گیلا ہو گیا اور شیشے کے ٹکڑے اس پر بکھر گئے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"گویا تمہیں موقع دیا جاتا تو تم کوئی چیز گرائے بغیر جیب صاف کر دیتے؟" محمود نے جھلا کر کہا۔ وہ بہت آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے تاکہ ساتھ والی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ ان کی باتیں نہ سن سکیں۔"

"ہاں! مجھے یقین ہے، میں ایسا کر سکتا تھا۔" فاروق بولا۔

"لیکن فاروق، یہ بات ماننا پڑے گی کہ گلاس سے ہاتھ

ٹکراتے ہوئے محمود کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"چلیے! آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں۔" فاروق نے مسمی صورت بنا لی اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"محمود! کیا تم بٹوہ..."

فرزانہ کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے، اسی وقت تھانے دار کی دھاڑ ہال میں گونج کر رہ گئی۔

"ارے! میرا بٹوہ کوئی لے اڑا۔"

انہوں نے دیکھا، تھانے دار ہونقوں کی طرح اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ رہا تھا اور ہوٹل کا بیرا پلیٹ میں بل لیے اس کے سامنے کھڑا اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کے سر پہ دو سینگ نکل آئے ہوں، پھر تھانے دار گرج دار آواز میں بولا۔

"ہوٹل کا دروازہ بند کر دو، میں اپنا بٹوہ برآمد کروں گا۔"

○

کاؤنٹر پہ کھڑے منیجر نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بیروں کو اشارہ کر دیا، دو بیرے ہوٹل کے صدر دروازے کی طرف لپکے اور اسے بند کر کے وہیں کھڑے ہو گئے، اتنی دیر میں تھانے دار اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا، اب وہ پورے

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

ہال میں بیٹھے لوگوں کو بغور دیکھ رہا تھا، اس کی نظریں ایک ایک چہرے کو ٹٹول رہی تھیں، اچانک وہ زور سے چونکا، اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں، اس کے قدم آہستہ آہستہ ایک میز کی طرف اٹھنے لگے۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید دل چسپ نظروں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے، وہ جس میز کی طرف بڑھ رہا تھا، اس پر ایک ہیبت ناک قسم کے نقش و نگار والا آدمی بیٹھا تھا، اس کی ناک دو حصوں میں تقسیم تھی، شاید ناک کے بیچوں بیچ کوئی زخم آیا تھا، آنکھیں کبوتر کے خون کی مانند سرخ تھیں، یوں لگتا تھا جیسے ان سے اب خون ٹپکا کہ اب ٹپکا، قد لمبا، جسم بہت چوڑا اور کندھے بھاری تھے، چہرہ بہت بڑا جس میں سے چھوٹے چھوٹے کئی چہرے نکل آئیں۔

اس پر نظر پڑتے ہی انہوں نے خیال کیا کہ شاید وہ کوئی جرائم پیشہ ہے اور اسے ہال میں موجود پا کر تھانے دار یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ بٹوہ ضرور اس نے اڑایا ہے، اسی وقت تھانے دار اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ یہاں ہیں، ورنہ میں ہوٹل کا دروازہ بند نہ کراتا، آپ کو بٹوہ اڑانے کی کیا ضرورت تھی،

ویسے ہی مجھ سے کہہ دیتے، میں بٹوہ نکال کر آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا۔"

تھانے دار کے یہ الفاظ ان کے لیے بہت عجیب تھے، ہال میں موجود لوگ بھی حیران تھے، لیکن سب نہیں، صرف باہر سے آنے والے، فیروز آباد کے لوگ تو شاید اس شخص کو جانتے تھے، ہیبت ناک آدمی تھانے دار کو کئی سیکنڈ تک دیکھتا رہا، آخر اس کے لب ہلے اور اس کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی، آواز میں بادلوں کی سی گھن گرج تھی، ہال گونجنے لگا۔

"گنڈے خان نے تمہارا بٹوہ نہیں اڑایا، سر سہراب کے آدمی کو ایسی چھوٹی موٹی چیزوں سے کوئی دل چسپی نہیں۔"

"اوہ! میرا بھی یہی خیال تھا کہ آپ ایسا کام نہیں کر سکتے"، اس کا مطلب ہے، میں ہال میں موجود لوگوں کی تلاشی لے سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر تھانے دار پلٹ پڑا اور کاؤنٹر پر آکر بلند آواز میں کہنے لگا۔

"خواتین و حضرات! مجھے افسوس ہے کہ ہال میں موجود تمام لوگوں کی تلاشی لینی پڑ رہی ہے، میرا بٹوہ کسی نے

MALIK.JI
25-Jul-14

اڑا لیا ہے اور اس میں کافی بڑی رقم ہے، اس
لیے مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ کوئی اعتراض نہیں
کریں گے اور چور کو پکڑنے میں میری مدد کریں گے،
خواتین پریشان نہ ہوں، ان کے لیے لیڈی کانسٹیبل آ
جائیں گی۔"

یہ کہہ کہ تھانے دار فون کی طرف مڑا، لیکن ابھی کوئی
نمبر گھما نہیں پایا تھا کہ گنڈا خان کی آواز نے ہال میں
تھرتھراہٹ پیدا کر دی۔

"اس کی ضرورت نہیں جمال شاہ۔"

تھانے دار کا ہی نام جمال شاہ تھا، کیونکہ یہ گونج دار
جملہ سنتے ہی وہ فون چھوڑ کر اس کی طرف مڑا، اس
کی آنکھوں میں بلا کی حیرت اُتر آئی۔

"تو بٹوہ آپ نے ہی اڑایا ہے۔" اس کے منہ
سے نکلا۔

"نہیں! بٹوہ میں نے نہیں اڑایا، لیکن مجھے یہ
بات معلوم ہے کہ بٹوہ کس نے اڑایا ہے۔" اس
نے مسکرا کر کہا، محمود، فاروق اور فرزانہ نے دیکھا، اس
کی مسکراہٹ بھی حد درجے خوف ناک تھی۔

"آپ کو معلوم ہے، تو پھر بتایئے نا، بٹوہ کس
نے اڑایا ہے۔" تھانے دار جمال شاہ نے بلند آواز
میں پوچھا۔

"اس لڑکے نے۔" گنڈے خان نے اُنگلی سے محمود
کی طرف اشارہ کیا۔

اور وہ حیران رہ گئے، جمال شاہ تیزی سے
ان کی طرف بڑھا۔

○

MALIK JI
25-Jul-14

سہراب

"ابا جان! اب کیا ہوگا؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔ تھانے دار ان کے نزدیک آتا جا رہا تھا۔

"جب اوکھلی میں سر دیا تو موصلوں کا کیا ڈر۔" انسپکٹر جمشید کی بجائے فاروق بولا۔

"اس موقعے پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے، وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا۔" فرزانہ مسکرائی۔

"ہاں! دونوں ہی کی باتیں ٹھیک ہیں، محمود تم فکر نہ کرو۔"

"خیر! آپ کے ہوتے ہوئے فکر بے چارہ تو ہمارے پاس پھٹکتا بھی نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! وہ بے چارہ سوچتا ہوگا، یہاں میری کیا دال گلے گی۔" فرزانہ بولی۔

"ویسے محمود! تم نے غلطی کی... تمہیں بٹوہ لیٹرین میں کہیں چھپا..."

فاروق کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، تھانے دار نزدیک

پہنچ گیا تھا، قریب آتے ہی اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اے! تم کھڑے ہو جاؤ۔"

"معاف کیجیے گا، میرا نام اے نہیں، محمود ہے۔" محمود نے اٹھے بغیر کہا۔

"بدتمیز! ایک تو لوگوں کی جیبیں کاٹتے ہو، اوپر سے باتیں کرتے ہو۔" اس نے تلملا کر کہا۔

"تو یہاں کیا جیبیں کاٹنے والے گونگے ہوتے ہیں۔" محمود کی بجائے فاروق بول اٹھا۔

"کیا تم بھی اس کے ساتھ ہو۔" اس نے فاروق کو گھورا۔

"صرف میں ہی نہیں، ہم چاروں ہی ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔" فاروق پرسکون لہجے میں بولا اور انسپکٹر جمشید، محمود اور فرزانہ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی، جمال شاہ کا مارے غصے کے برا حال ہو گیا۔

"ہوں! تو جیب کتروں کا پورا گروہ موجود ہے یہاں... لیکن آج کا دن تمہارے لیے بہت برا دن ہے، لڑکے تم کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری تلاشی لوں گا۔"

"محمود! کھڑے ہو جاؤ اور تلاشی دے دو، تاکہ ان کی غلط فہمی دور ہو جائے، فکر نہ کرو، تلاشی لینے کے بعد یہ تم سے معافی مانگ لیں گے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز سے شوخی

MALIK JI
25-Jul-14

ٹپک رہی تھی۔

"کیا کہا، میں اور معافی مانگ لوں گا۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"کیوں! کیا آپ نے کبھی کسی سے معافی نہیں مانگی۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"بکو مت!" اس نے جھلا کر کہا۔

"جی بہت بہتر!" فاروق بوکھلا کر بولا۔

اتنے میں محمود اُٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا اور سوچ رہا تھا کہ بٹوہ جیب سے برآمد ہونے کے بعد کیا ہوگا، جمال شاہ نے اس کی تلاشی شروع کر دی، لیکن اس کی کسی جیب سے بٹوہ برآمد نہ ہوا، تھانے دار کو بڑی حیرت ہوئی، حیران فاروق اور فرزانہ بھی تھے، لیکن یہ دیکھ کر ان کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا کہ خود محمود کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"بٹوہ کہاں ہے؟" جمال شاہ گرجا۔

ہال میں موجود تمام لوگ ان کی طرف ہی متوجہ تھے، یہاں تک کہ ہوٹل کا عملہ بھی ٹکٹکی باندھے اس منظر کو دیکھ رہا تھا اور بٹوہ برآمد نہ ہونے کے بعد وہ سب بھی حیران تھے۔ معاملہ دلچسپ ہو گیا تھا۔

"اگر مسٹر سنڈے خان کے کہنے کے مطابق بٹوہ میں...."

"سنڈے خاں نہیں، گنڈے خاں۔" گنڈے خاں اپنی میز سے دھاڑا۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے جناب، میں بھول گیا، ہاں تو جناب تھانے دار صاحب... بلکہ جمال شاہ صاحب... اگر مسٹر سنڈے، نہیں گنڈے خاں کے کہنے کے مطابق آپ کا بٹوہ میں نے چرایا ہے تو پھر اسے میری جیب سے ہی برآمد ہونا چاہیے تھا، اب میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ بٹوہ کہاں ہے، خدا جانے بٹوہ کہاں ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا کہ بٹوہ کہاں ہے۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"اس کا مطلب ہے، بٹوہ تم نے ان میں سے کسی کو دے دیا ہے، چلو تم کھڑے ہو جاؤ۔" جمال شاہ نے فاروق سے کہا۔

"ہو جاؤ بھئی تم بھی کھڑے۔" انسپکٹر جمشید نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"جی بہت اچھا، آج تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم سکول میں موجود ہیں اور سبق نہ آنے پر باری باری کھڑے کیے جا رہے ہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا اور کھڑا ہو گیا، جمال شاہ نے اس کی بھی تلاشی لی اور پھر فرزانہ سے اٹھنے کے لیے کہا، اسی طرح انسپکٹر جمشید کی باری بھی آئی، لیکن بٹوے کو

MALIK JI
25-Jul-14

برآمد نہ ہونا تھا، نہ ہوا، اب تو تھانے دار کا بُرا حال ہو گیا، وہ گنڈے خاں کی طرف مڑا۔

"جناب! بٹوہ تو ان میں سے کسی کے پاس سے بھی برآمد نہیں ہوا۔"

"میں خود حیران ہوں، لیکن ٹھہرو. . . " وہ کچھ سوچنے کے انداز میں رکا اور پھر جلدی سے بولا۔ "ہاں یاد آیا، یہ لڑکا تم سے ٹکرانے کے بعد لیٹرین میں بھی گیا تھا۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے، مجھے لیٹرین کی بھی تلاشی لینی ہو گی، لیکن ایسا نہ ہو کہ ادھر میں تلاشی لینے جاؤں، اُدھر یہ غائب ہو جائیں۔"

"فکر نہ کرو، میں یہاں موجود ہوں، میرے ہوتے ہوئے یہ فرار نہیں ہو سکیں گے۔" گنڈا خاں نے کہا۔

"ہمیں فرار ہونے کی ضرورت بھی نہیں جناب! کیونکہ ہم چور اور جیب کترے نہیں ہیں، ویسے اگر ہم فرار ہونا چاہیں تو آپ ہمیں روک نہیں سکیں گے۔"

"کیا کہا. . . میں روک نہیں سکوں گا۔" گنڈے خاں کی دھاڑ سے پورا ہال تھرا اٹھا۔

"ہاں! نہیں روک سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، جمال شاہ! تم جا کر تلاشی لو، میں دیکھتا ہوں،

یہ کیسے بھاگتے ہیں۔"

"جی بہتر!" جمال شاہ نے کہا اور لیٹرین کی طرف چلا گیا۔

"چلو! اب بھاگ کر دکھاؤ۔" گنڈے خان نے انہیں للکارا۔

"ہم کہہ چکے ہیں، ہمیں بھاگنے کی ضرورت نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں جانتا ہوں، تم خود میں بھاگنے کی جرأت ہی محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"یہ بات نہیں! اگر آپ تجربہ کر کے دیکھنا چاہتے ہیں، تو میں ان میں سے کسی ایک کو یہاں سے بھاگ جانے کا اشارہ کر دیتا ہوں، آپ اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"چلو ہو جائے تجربہ!" گنڈہ خان خوش دلی سے بولا۔

"صدر دروازہ کھول دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے، کھول دو دروازہ!" اس نے ویٹروں سے کہا۔

ہال میں موجود لوگوں کی دل چسپی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا، ان میں سے بہت سوں کی آنکھوں میں خوف بھی اُمڈ آیا، انہوں نے سُنا، انسپکٹر جمشید پُر سکون آواز میں کہہ رہے تھے۔

"بتائیے! آپ ان تینوں میں سے کس کے ساتھ مقابلہ کرنا پسند کریں گے۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"اگر تم خود مجھ سے مقابلہ کرو تو مجھے خوشی ہو گی، میں بچوں سے مقابلہ کرنا پسند نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔

"میں نہیں دوڑوں گا، فرزانہ یہ مقابلہ تم کرو گی۔" انسپکٹر جمشید سنجیدہ ہو گئے۔

"بہت بہتر ابا جان! میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"تم ان کے ہاتھ نہیں آؤ گی اور چکر کاٹ کر واپس ہوٹل میں آ جاؤ گی۔"

"بہت بہتر ابا جان! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

"مسٹر گنڈے خاں تیار ہو جائیے، میں ایک دو تین کہوں گا، تین کے منہ سے نکلتے ہی آپ دونوں دوڑ پڑیں گے، درمیانی فاصلہ اگرچہ بہت کم ہے، لیکن میں اس فاصلے کو بڑھانے کی درخواست نہیں کروں گا۔"

"نہیں! تم درمیانی فاصلہ بڑھا سکتے ہو، اپنی لڑکی سے کہو، وہ صدر دروازے پر جا کر کھڑی ہو جائے۔" گنڈے خاں نے پیش کش کی۔

"نہیں، دوڑ یہیں سے شروع ہو گی۔" فرزانہ نے اٹل لہجے میں کہا اور لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔

"جیسے تمہاری مرضی، بعد میں یہ نہ کہنا کہ درمیانی فاصلہ بہت کم تھا۔" گنڈا خاں بولا۔

"نہیں کہیں گے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تیار! میں ایک دو تین کہنے لگا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے، لوگوں کے چہروں پر جوش کی کیفیت پیدا ہو گئی، آنکھوں سے بے چینی جھانکنے لگی، گنڈا خاں اور فرزانہ دوڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

"ایک ...... دو ...... تین!" انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

اس کے ساتھ ہی فرزانہ نے صدر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور کسی ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی دروازے سے نکل گئی، اس کے پیچھے ہی گنڈا خاں بھی نکل گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا جناب! گنڈا خاں سرسہراب کا بہت مشہور بدمعاش ہے، یہاں کوئی اس سے مقابلہ کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔" ان کے قریب کھڑے بیرے نے پریشان ہو کر کہا۔

"تو کیا ہوا، زیادہ سے زیادہ میری بیٹی ہار ہی جائے گی نا۔"

"یہ بات نہیں جناب! یہاں جو کوئی سرسہراب کے مقابلے میں آنے کی کوشش کرتا ہے، وہ اسے زندہ نہیں چھوڑتا... اب آپ اپنی اور اپنی بیٹی کی زندگی کے لیے دعا مانگیے۔" اس نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی، کیا اس جگہ قانون نہیں ہے۔"

"قانون ہے، لیکن قانون سرسہراب یا اس کے آدمیوں کے مقابلے میں آنا پسند نہیں کرتا۔"

"آخر کیوں؟"

"سرسہراب وہ آدمی ہے جو اپنے جرم کا نشان نہیں چھوڑتا، اور پولیس کے بڑے بڑے افسروں کی دن رات دعوتیں کرتا رہتا ہے، یہ یہاں کا شریف ترین بدمعاش بھی ہے اور خوفناک ترین مجرم بھی، آپ نے دیکھا نہیں کہ تھانے دار اس سے کس لہجے میں بات کر رہا تھا اور وہ تھانے دار سے کس طرح بات کر رہا تھا۔" بیرے نے کہا۔

"ہوں! خیر دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

سب لوگوں کی نظریں صدر دروازے پر جمی تھیں، اسی وقت تھانے دار باہر نکل آیا، اس کے ہاتھ خالی تھے۔

"ارے! مسٹر گنڈا خاں کہاں گئے؟" یہ کہتے ہی اس کی نظریں ان کی میز کی طرف اٹھ گئیں۔

"ہائیں! وہ لڑکی کہاں گئی۔"

"گنڈا خاں اور میری بیٹی دوڑ لگانے گئے ہیں، ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون تیز دوڑتا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا... اف... تم نے یہ کیا کیا۔" تھانے دار کے

منہ سے نکلا۔

"میں سن چکا ہوں کہ گنڈا خاں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا، جو اس سے مقابلے پر اتر آتے ہیں، آپ یہ بتائیے لیٹرین میں سے بٹوہ ملا ہے یا نہیں۔"

"نہیں!" اس نے جواب دیا۔

"بس تو پھر... اس کا مطلب ہے، ہم ہرگز چور نہیں ہیں" انہوں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کے خیال کے مطابق فرزانہ کو اب تک واپس آ جانا چاہیے تھا۔

"ابا جان! کیا ہم جا کر دیکھیں۔" فاروق نے دبی آواز میں کہا۔

"نہیں! پرسکون انداز میں بیٹھے رہو۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے اور وہ دونوں کانپ کر رہ گئے، ایسا لہجہ وہ کبھی کبھار ہی اختیار کیا کرتے تھے۔

اور پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی، لوگوں نے بے تابی کے عالم میں دروازے پر نظریں جما دیں، انہوں نے دیکھا، فرزانہ دوڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر گنڈا خاں آتا نظر آیا، چند لوگوں نے پرجوش انداز میں تالیاں بجا دیں، لیکن پھر جونہی انہیں خیال آیا کہ وہ کس کے خلاف تالیاں بجا رہے ہیں، تو انہوں نے فوراً ہاتھ روک لیے، گنڈا خاں ہوٹل کے دروازے پر

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

آ کر رک گیا، ہال میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔

"منیجر! ان لوگوں سے کہو، ہوٹل سے چلے جائیں، اسی میں ان کا اور تمہارا بھلا ہے، ورنہ یہ ہوٹل بھی راکھ بن جائے گا اور یہ لوگ بھی ہوٹل میں جل بھن جائیں گے۔ سرسہراب ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکیں گے کہ گنڈا خان کو ایک لڑکی نے شکست دے دی، وہ یا تو ان لوگوں کو ختم کرا دیں گے یا اپنی ملازمت میں لے لیں گے، لہٰذا ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ یہ یہاں سے چلے جائیں، میں سرسہراب کو بتا دوں گا کہ وہ لوگ ان سے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے ہیں۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"یہ سرسہراب ہیں کون صاحب؟" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔ ان کی نظریں گنڈا خان پر جم گئیں۔

"فیروز آباد کی وہ ہستی ہیں جس کے بغیر فیروز آباد فیروز آباد نہیں کہلا سکتا۔" گنڈا خاں نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، جب سہراب صاحب فیروز آباد سے کہیں باہر گئے ہوئے ہوتے ہیں تو فیروز آباد کا کچھ اور ہو جاتا ہے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے نہ جانے کیا ہو گیا تھا، کبھی کبھی عقل سے بالکل پیدل ہو جاتا ہوں، ورنہ اس وقت ایک بچی سے کیوں مقابلہ کر بیٹھتا، ویسے مجھے اس بچی پر بھی بہت حیرت ہے... اُف

خدا... یہ تو اس طرح دوڑی تھی جیسے بجلی کوندتی ہے۔" یہ کہتے وقت اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

اس کے خاموش ہوتے ہی منیجر ان کی طرف مڑا اور بااخلاق لہجے میں بولا۔

"گنڈا خاں کا مشورہ آپ لوگوں کے لیے بہت ہی مناسب ہے، آپ فیروز آباد سے چلے جائیں، ہوٹل کو اسی وقت خالی کر دیں۔"

"مسٹر منیجر! آپ ہم سے کتنے دن کا پیشگی کرایہ وصول کر چکے ہیں؟"

"پندرہ دن کا۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"تو پھر ہم پندرہ دن سے پہلے جانے کے لیے تیار نہیں اور نہ آپ ہمیں کمرے خالی کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"لیکن ہم تو یہ آپ کے ہی بھلے کے لیے کہہ رہے ہیں۔" منیجر نے جلدی سے کہا۔

"اپنا بُرا بھلا ہم خوب سمجھتے ہیں، آپ کے ہوٹل کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، یہ میری ذمہ داری ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب.... اب میں کیا کروں۔" منیجر نے بوکھلا کر گنڈا خاں کی طرف دیکھا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ان لوگوں کا کرایہ ان کے منہ پر دے مارو۔" گنڈا خاں نے غرا کر کہا۔

"کس قانون کی رُو سے۔" انسپکٹر جمشید طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے بولے۔

"بہت اچھا! اگر تم قانون کی بات پر اُتر آئے ہو، تو قانون کے محافظ ہی تمہیں یہاں سے جانے کے لیے کہہ دیں گے، کیوں تھانے دار صاحب؟" گنڈا خاں جمال شاہ کی طرف مڑا۔

"چلے جاؤ میاں! گنڈا خاں کا شکریہ بھی ادا کرو، یہ نہ جانے تم پر کیوں مہربان ہو گئے ہیں۔" جمال شاہ بولا۔

"انہیں ڈر ہے کہ کہیں ان کی جگہ سر سہراب ہمیں ملازم نہ رکھ لیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ "بہر حال ہم اپنے کمروں میں جا رہے ہیں، اب اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے، محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان کا ساتھ دیا۔ گنڈا خاں، جمال شاہ اور منیجر انہیں ہکا بکا دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور پھر گنڈا خاں کی آواز ہال میں گونج اٹھی۔

"مجھے سر سہراب کو اطلاع دینا ہی ہو گی۔"

پیتل کا مجسمہ

"یہ چکر سمجھ میں نہیں آیا، کیا آپ نے یہ چوری کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کرائی تھی۔" کمرے میں آنے کے بعد محمود نے پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔" وہ مسکرائے۔

"تو کیا... فیروز آباد میں آپ کسی خاص وجہ سے آئے ہیں۔" فرزانہ چونکی۔

"ہاں! سیر و تفریح کا تو بہانہ تھا، میں یہاں کے سر سہراب کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں، سوچا اس سے ملاقات ہی ہو جائے گی، دیکھیں تو سہی، وہ کیا چیز ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جواب میں کہا۔

"آپ سر سہراب کے بارے میں کیا سن چکے ہیں۔"

"یہ کہ آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا، فیروز آباد میں کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے سر سہراب کو دیکھ رکھا ہے، یہاں تک کہ جو لوگ اس کی دعوتوں میں باقاعدگی سے شریک

MALIK JI
25-Jul-14

ہتے رہتے ہیں، انہوں نے بھی اسے کبھی نہیں دیکھا، سوال یہ
ہے کہ وہ کسی کے سامنے کیوں نہیں آتا، وہ دراصل کون ہے،
اس کے نام پر اس کے آدمی فیروز آباد میں دندناتے پھرتے
ہیں، حکومت کرتے پھرتے ہیں، قانون سے کھیلتے ہیں، آخر ایسا
کیوں ہے، بس میں یہی کچھ معلوم کرنے یہاں آیا ہوں، اسی
لیے میں نے تمہاری امی کو ساتھ لانے کی کوشش نہیں کی تھی۔"
وہ کہتے چلے گئے۔

"لیکن یہ سر سہراب ہے کون؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر
ان کی طرف دیکھا۔

"کہا جاتا ہے کہ انگریز کے زمانے میں اس نے انگریزوں کا
ساتھ دیا تھا، مسلمانوں کی بجائے انگریزوں کی مدد کی تھی، اس
کے آدمیوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں پر گولیاں چلائی تھیں،
انگریز تو چلے گئے لیکن جانے سے پہلے ایک بہت بڑی جاگیر
اسے عطا کر گئے جو فیروز آباد کے تیسرے حصے کے برابر ہے،
انگریزوں کے جانے کے بعد بہت سے لوگ سر سہراب کی جان
کے دشمن ہو گئے، انہوں نے چاہا، وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے
خون کا بدلہ اس سے لیں، لیکن سر سہراب غائب ہو گیا اور
ایسا غائب ہوا کہ ایک مدت تک اس کی صورت کسی نے
نہیں دیکھی، اب بھی کوئی نہیں جانتا، وہ کون ہے، کہاں ہے،

یہاں اس کا ایک محل بھی ہے، اس محل میں اس کے غنڈے
اودھم مچاتے پھرتے ہیں، لیکن سر سہراب کہیں دکھائی نہیں
دیتا۔۔۔ نہ جانے اس کے غنڈے اسے کیسے کوئی پیغام دیتے
ہیں یا کس طرح اس سے احکامات وصول کرتے ہیں۔"

"لیکن پولیس اس کے غنڈوں کو قانون سے کھیلنے کے جرم
میں گرفتار کیوں نہیں کرتی۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کرتی ہے، انہیں عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ
عدالت سے بری ہو جاتے ہیں، کیونکہ عدالت ثبوت مانگتی ہے،
اور ثبوت سر سہراب کے آدمی چھوڑتے نہیں۔۔۔ اس کا مطلب
ہے سر سہراب نے اپنے آدمیوں کو کچھ خاص ہدایات دے رکھی
ہیں، ان پر عمل کرتے ہوئے وہ قانون کی زد سے بچ نکلتے
ہیں۔" وہ بتاتے چلے گئے۔

"اور یہ قانون کے محافظ اس کی دعوتوں میں کیوں شریک
ہوتے ہیں۔" محمود بولا۔

"اس کی وجہ معلوم کرنا ہو گی، میں خود حیران ہوں کہ سرکاری
افسر اس کی دی ہوئی دعوتوں میں کیوں شریک ہوتے ہیں۔"

"گویا آپ اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں! اور اسے قانون کے حوالے بھی کرنا چاہتا ہوں۔" انہوں
نے کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"تب ٹھیک ہے، یہ کام تفریح سے زیادہ دلچسپ ثابت ہو گا، مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں فاروق! تمہیں بھی خوشی ہو رہی ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! مجھے خوشی ہے کہ معمول کے مطابق اس بار بھی تفریح کا پروگرام خاک میں مل گیا۔" اس نے جواب دیا۔

"ایک اور بات بتا دیں، سر سہراب خان یہاں کیا کر رہا ہے، اس نے غنڈے کیوں رکھے ہوئے ہیں۔"

"اس نے غنڈے باقاعدہ پال رکھے ہیں۔ ۔ ۔ فیروز آباد یا کسی دوسرے شہر کا کوئی آدمی اگر کوئی غیر قانونی کام کرانا چاہتا ہے تو وہ اس کے غنڈوں کی خدمات حاصل کرتا ہے اور انہیں بھاری معاوضہ ادا کرتا ہے، یہ معاوضہ سر سہراب کو پہنچا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے غنڈوں کو بڑی بڑی تنخواہیں ادا کرتا ہے، لیکن آج تک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ وہ یہ کاروبار کرتا ہے، اور میں سوچتا ہوں، کسی دن یہ بات ثابت ہو بھی گئی تو کیا ہو گا، زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے غنڈے گرفتار ہو جائیں گے، وہ تو صاف بچ جائے گا، کیونکہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں، دراصل انگریز کے دور میں بھی وہ کسی کے سامنے نہیں آیا کرتا تھا، اس کا صرف [illegible] استعمال ہوتا تھا۔"

"اوہ! تب تو وہ بہت پُراسرار آدمی ہے۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"اب بٹوے کی بات۔ ۔ ۔ ۔"

فاروق کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی، انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر انسپکٹر جمشید نے محمود کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا، ساتھ ہی ان کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا اور اس میں موجود پستول کی نالی دروازے کی طرف اٹھ گئی۔

○

دروازہ کھلا اور ہوٹل کا منیجر اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے، یہ ایک لمبے قد کا مضبوط جسم والا آدمی تھا۔

"میرا نام بشیر ریاض ہے۔ ۔ ۔ اس ہوٹل کا منیجر ہی نہیں مالک بھی ہوں۔" اس نے آتے ہی اپنا تعارف کرایا۔

"آیئے! تشریف رکھیے، ہمارے نام تو آپ کو معلوم ہی ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! رجسٹر میں آپ کے نام پڑھ چکا ہوں، آج ہال میں جو واقعہ پیش آیا، فیروز آباد کی تاریخ کا عجیب ترین

واقعہ تھا، آج تک یہاں سر سہراب کے آدمی کو للکارنے کی کسی نے جرأت نہیں کی، جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا، خیر! اب میں آپ کو بتاتا ہوں، سر سہراب وہ آدمی ہے جس سے بڑے بڑے گھبراتے ہیں، قانون آج تک اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکا، وہ بھاری معاوضہ لے کر لوگوں کے غیر قانونی کام کراتا ہے، مثلاً کسی شخص کو اپنے دشمن سے بدلہ لینا ہے، لیکن وہ بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتا، بس وہ سیدھا سر سہراب کے محل میں جائے گا، وہاں اس کا ایک دفتر موجود ہے، اس دفتر میں سر سہراب کا منیجر بیٹھتا ہے، وہ اس سے معاملہ طے کرے گا، رقم ادا کرے گا اور اس کے دشمن کی لاش شہر کی کسی سڑک پر مل جائے گی، لیکن پولیس کسی کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سر سہراب تو وہ آدمی ہے جو دوسروں کے لیے اس قسم کے کام کراتا ہے، اگر اس کے کسی آدمی پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی کوشش کرے گا تو اس کے ساتھ تو وہ کیا نہیں کرے گا، گنڈا خاں اس کا خاص غنڈا ہے، جاتے ہوئے وہ جو دھمکی دے گیا ہے، آپ بھی سن چکے ہیں، اب میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ ہوٹل سے کہیں اور چلے جائیں، آپ لوگ

MALIK.JI
25-Jul-14

تو اپنی جانیں خطرے میں ڈال ہی چکے ہیں، میرے ہوٹل کا کیوں بیڑہ غرق کرنے پر تلے ہیں، آپ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد سر سہراب مجھے کچھ نہیں کہے گا۔" یہ کہہ کر بشیر ریاض خاموش ہو گیا اور پُر امید نظروں سے انہیں دیکھنے لگا، انسپکٹر جمشید سوچ میں پڑ گئے، آخر بولے۔

"سوال یہ ہے کہ ہم کہاں جائیں، آپ ہمارے لیے کہیں اور انتظام کر دیں، ہم وہاں چلے جائیں گے۔"

"یہی تو مصیبت ہے، اس موسم میں یہاں کوئی کرائے کی جگہ نہیں ملتی۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں ہاتھ ملے۔

"تب پھر ہم کیا کر سکتے ہیں، آخر ہم کہاں جا کر رہیں، پندرہ دن کی چھٹی لے کر آئے ہیں، تو کیا واپس اپنے شہر چلے جائیں۔" انہوں نے کہا۔

"میرے ہوٹل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔"

"اگر آپ ہمیں یہاں رہنے دیں تو وہ لوگ ایسا نہیں کر سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب، وہ ایسا کیوں نہیں کر سکیں گے، جہاں تک میرا خیال ہے، وہ لوگ تو آنے ہی والے ہوں گے، سب سے پہلے تو وہ یہ کریں گے کہ سب لوگوں کو ہوٹل سے باہر نکل جانے کا حکم دیں گے اور اس کے بعد ہوٹل کو آگ

MALIK JI
25-Jul-14

لگا دیں گے۔"

"آگ لگانے کے لیے جو بھی آگے آئے گا، ختم کر دیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

"یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"بس! یہی میرا فیصلہ ہے، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے، ہم کرایہ ادا کر چکے ہیں، اب دنیا کا کوئی قانون ہمیں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہیں کر سکتا، رہی بات سر سہراب کے غنڈوں کی، اگر وہ آئے تو آپ کا ہوٹل ہمارے لیے قلعے کا کام دے گا، آپ کے ہوٹل کے تمام تر نقصان کی ذمے داری مجھ پر ہو گی۔"

"آپ ... آپ پر ہو گی۔" بشیر ریاض نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! مجھ پر ہو گی، آپ نہیں جانتے، میں کون ہوں۔"

"تب پھر آپ کے یہاں رہنے کی ایک ہی صورت ہے، اور وہ یہ کہ آپ لکھ کر دے دیں کہ ہوٹل کے ہر قسم کے نقصان کے ذمے دار آپ ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کاغذ لیا، جیب سے قلم نکالا اور لکھنے کے لیے جھکے۔

"ابا جان! کیا آپ یہ سوچ چکے ہیں کہ دشمن ہوٹل پر بم بھی مار سکتا ہے؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں! سوچ چکا ہوں، تم فکر نہ کرو، ہوٹل کا نقصان ہونے کی صورت میں ہم سر سہراب کے محل پر جوابی حملہ کریں گے اور نقصان کی رقم محل سے وصول کر کے مسٹر بشیر ریاض کو ادا کریں گے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"یہ کھیل خطرناک ہو گا، میں آپ کے بارے میں نہیں جانتا، لیکن سر سہراب کے بارے میں ضرور جانتا ہوں۔" بشیر ریاض نے کہا۔

"اب جب کہ کھیل شروع ہو چکا، اسے کیسے روکا جا سکتا ہے۔" محمود بولا۔

"آپ یہ تو سوچیں کہ آپ کے ساتھ بچے بھی ہیں۔" اس نے محمود کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوچ چکا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اُف خدا! یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید تحریر مکمل کر چکے تھے، انہوں نے اپنے دستخط کیے، دارالحکومت کا پتا لکھا اور بشیر ریاض کے حوالے کر دیا، اس نے تحریر کو غور سے پڑھا اور پھر جیب

MALIK JI
25-Jul-14

سے سگریٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے بولا۔

"آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اس ہوٹل کی تعمیر زمین اور فرنیچر وغیرہ کے سلسلے میں تقریباً پچاس لاکھ روپے خرچ آئے تھے۔" اس کے لہجے میں بے قراری تھی۔

"کیا تمہارے خیال میں سر سہراب تم سے غریب ہے؟" انسپکٹر جمشید نے عجیب سوال کیا۔

"وہ اس قصبے کا سب سے دولت مند آدمی ہے، بلکہ ہو سکتا ہے، ہمارے ملک کے دولت مند ترین آدمیوں میں اسے شمار کیا جا سکتا ہے" اس نے بتایا، اس وقت تک وہ سگریٹ سلگا چکا تھا اور لائٹر بجھا کر جیب میں رکھنے لگا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے لائٹر پر ایک نظر ڈالی اور بولے۔

"آپ فکر نہ کریں اوّل تو آپ کے ہوٹل کو کوئی نقصان پہنچے گا نہیں، اور اگر پہنچا بھی تو میں اسے ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"آخر آپ ہیں کون . . ." اس نے جھلا کر پوچھا۔

"آپ ہمارے نام جانتے ہی ہیں، بس یوں سمجھ لیں کہ ہم شکاری ہیں، لیکن کس قسم کے شکاری ہیں، یہ نہیں بتائیں گے، ہمارے شکار ذرا مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔" انھوں نے شوخ انداز میں کہا۔

آخر بشیر ریاض جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، انسپکٹر جمشید نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور دروازے تک اسے رخصت کرنے گئے، پھر واپس اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔

"عجیب بات ہے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"غیر عجیب باتوں سے ہمارا واسطہ کم ہی پڑتا ہے، کیا تم بتانا پسند کرو گی کہ اس وقت کون سی بات تمہیں عجیب لگی ہے۔" فاروق بولا۔

"یہ کہ ابّا جان بشیر ریاض کو رخصت کرنے دروازے تک گئے تھے، حالانکہ یہ ایسا سلوک صرف قوم اور ملک کے اچھے خیر خواہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے، اس ذکر کو چھوڑو، کوئی کام کی بات کرو۔" وہ مسکرائے۔

"کام کی بات یہ ہے کہ محمود اب وہ بٹوہ جیب سے نکال کر دکھائے گا۔"

"لیکن . . . . . بٹوہ میرے پاس کب ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب؟ اگر بٹوہ تمہارے پاس نہیں تو پھر کہاں گیا؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"بٹوہ اگر میرے پاس ہوتا تو کیا تلاشی کے دوران برآمد نہ

ہو جاتا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"تو یوں کہو، تم نے بٹوہ واقعی لیبڑرین میں کہیں چھپا دیا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"تھانے دار لیبڑرین کی بھی تلاشی لے چکا ہے۔" محمود نے کہا۔

"تو پھر.... آخر بٹوہ کہاں ہے؟" فاروق چیخ پڑا۔

"میں نہیں جانتا، میں نے تھانے دار کی جیب سے اڑا کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔" محمود نے بتایا۔

"حیرت ہے.... کیا ہال میں تمہارے علاوہ کوئی اور بھی جیب کترا موجود تھا، جس نے تمہاری جیب پر ہاتھ صاف کر دیا۔" فرزانہ بولی۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے فرزانہ! وہاں واقعی ایک اور جیب کترا موجود تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی! کیا مطلب... کیا آپ نے اسے بٹوہ اڑاتے دیکھا تھا۔" محمود نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! کیوں کہ وہ جیب کترا میں ہی ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"کیا!!!" ان تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن ابا جان! تھانے دار نے آپ کی بھی تو تلاشی لی تھی!" فاروق نے جلدی سے کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ہاں! لی تھی، لیکن اس وقت تک میں بٹوہ میز کے نچلے حصے میں ٹیپ سے چپکا چکا تھا۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور بٹوہ جیب سے نکال کر تپائی پر الٹ دیا۔

انہوں نے دیکھا، بٹوے میں سے سرخ اور نیلے رنگ کے بہت سے نوٹوں کے علاوہ کچھ کاغذات بھی نکلے تھے، لیکن جس چیز نے انہیں حیرت زدہ کیا، وہ پیتل کا ایک مجسمہ تھا اور یہ مجسمہ ایک انسان کا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک تبر تھا، تبر کا سرا مڑا ہوا تھا۔

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

○

لائٹر کی واپسی

MALIK JI
25-Jul-14

"معلوم ہوتا ہے، سر سہراب کے آدمی آ گئے۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"اتنی جلدی تو وہ نہیں آ سکتے۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"کیوں! کیا انہیں پیدل آنا تھا۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"دروازہ کھول دو، دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا آپ دروازہ کھولنے سے پہلے میز پر سے یہ چیزیں نہیں اٹھائیں گے۔" محمود نے بٹوے، نقدی اور پیتل کے مجسمے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں! میں چاہتا ہوں، آنے والا ان چیزوں کو دیکھ لے۔" انہوں نے کہا، یہ سن کر تینوں کو حیرت ہوئی، آخر محمود نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور انہیں دوبارہ بشیر ریاض کی صورت دکھائی دی، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وہ ہونقوں کی طرح اندر چلا آیا، نظریں انسپکٹر جمشید پر جمی تھیں، میز پر پڑی چیزوں پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔

"خیر تو ہے جناب! آپ بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

"م م .... میرا لائٹر تو یہاں نہیں رہ گیا۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"لائٹر ....." انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا، پھر چونک کر بولے۔ "ارے ہاں یاد آیا، آپ نے سگریٹ سلگانے کے لیے لائٹر نکالا تھا، لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے، آپ نے اسے پھر جیب میں رکھ لیا تھا۔"

"ہاں! مجھے بھی یاد ہے ... یہاں سے نکل کر میں نیچے گیا اور سگریٹ سلگانے کے لیے لائٹر نکالنا چاہا، لیکن وہ میری جیب میں نہیں تھا۔" اس نے بتایا۔

"ارے!" محمود، فاروق اور فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اس لیے میں یہاں معلوم کرنے آ گیا۔"

"لائٹر آپ یہاں نہیں چھوڑ گئے، لیکن اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، کیا وہ بہت قیمتی تھا؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں جناب! وہ میرے ایک دوست نے سنگاپور سے بھیجا تھا، خالص سونے کا ہے۔"

"اوہ! نیچے اترتے وقت آپ سے کوئی ٹکرایا تو نہیں،

MALIK JI
25-Jul-14

تھا۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے پوچھا۔

"کچھ یاد نہیں پڑتا، خدا جانے لائٹر کہاں چلا گیا۔"

"تب تو آپ فوراً نیچے جا کر اسے تلاش کریں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ ہاں!" اس نے کہا اور مڑنے لگا، عین اسی وقت اس کی نظریں میز پر پڑیں، پہلے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت کے آثار نظر آئے اور پھر وہ زور سے چونکا۔

"یہ... یہ کیا؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"یہ... یہ نوٹ ہیں، ایک بٹوہ ہے اور پیتل کا ایک مجسمہ ہے!" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"آپ کیا سمجھنا چاہتے ہیں۔" انھوں نے پوچھا۔

"کیا یہ چیزیں آپ کی اپنی ہیں۔"

"نہیں! یہ ہماری تو نہیں ہیں، آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"اگر یہ آپ کی نہیں ہیں تو پھر آپ کے کمرے میں کہاں سے آئیں۔" اس نے الجھ کر پوچھا اور پھر اس کی نظریں جیسے بٹوے سے چپک کر رہ گئیں اور پھیلتی چلی گئیں۔

"اُف خدا... یہ تو جمال شاہ تھانے دار کا بٹوہ ہے، اس

پر نام بھی لکھا ہے، تو کیا... تو کیا یہ بٹوہ انھوں نے ہی اڑایا تھا۔" اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"ہاں! یہ درست ہے کہ بٹوہ میرے بیٹے محمود نے ہی اڑایا تھا۔" انھوں نے جواب دیا۔

"تب تو میرا لائٹر بھی یہیں ہوگا، آپ لوگ ضرور چور اُچکے ہیں، میں ابھی پولیس کو فون کرتا ہوں، تھانے دار جمال شاہ آپ لوگوں سے اچھی طرح سمجھ لے گا اور اب آپ لوگوں کو ہوٹل سے نکالنے کا جواز بھی پیدا ہو گیا، اب آپ یہاں نہیں رہ سکتے، میں گنڈا خاں کو فون کر دوں گا کہ میں نے ان لوگوں کو ہوٹل سے باہر نکال دیا ہے، اب میں اس جھنجھٹ سے بھی بچ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر جانے کے لیے مڑنے لگا۔

"ٹھہریے جناب! فون کرنے کے لیے نیچے جانے کی کیا ضرورت ہے، فون تو یہاں بھی موجود ہے، یہیں سے پولیس کو فون کر لیں، لیکن فون کرنے سے پہلے یہ ضرور بتا دیں کہ یہ مجسمہ کیسا ہے۔"

"میں کیا جانوں، یہ تو تھانے دار ہی بتائے گا، اسی سے پوچھیے گا، یوں بھی اس سے آپ کی کافی باتیں ہوں گی۔" اس نے کہا اور فون پر جھک کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

MALIK JI 25-Jul-14

محمود، فاروق اور فرزانہ پریشان کن نظروں سے انسپکٹر جمشید کو دیکھنے لگے، مگر وہ مسکرا رہے تھے، دوسری طرف فون کا سلسلہ مل گیا تھا اور بشیر ریاض تھانے دار کو فوری طور پر ہوٹل پہنچنے کے لیے کہہ رہا تھا، فون کا ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"جمال شاہ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں یہیں موجود رہوں، اور آپ لوگوں پر اور ان چیزوں پر نظر رکھوں۔" اس نے بتایا۔

"شوق سے نظر رکھیں، لیکن کم از کم یہ ضرور بتا دیں کہ یہ مجسمہ کیا بلا ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔" اس نے منہ بنایا۔

"حالانکہ میرا خیال ہے، آپ اس مجسمے کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں، کیونکہ اسے دیکھ کر ہی آپ چونکے تھے، بٹوہ اور نقدی دیکھ کر نہیں اور جمال شاہ کے بٹوے کو تو آپ نے بعد میں پہچانا تھا۔" انہوں نے کہا۔

"میں نہیں جانتا، میں اسے دیکھ کر کیوں چونکا تھا۔" اس نے کہا۔

"اب تو میں شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔ خیر جمال شاہ آ لیں، شاید وہی اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرا لائٹر کہاں ہے۔" بشیر ریاض نے کہا۔

"بھائی کیوں پریشان ہو رہے ہو، تھانے دار صاحب آ تو رہے ہیں، اگر لائٹر میرے پاس ہوا تو وہ برآمد کر ہی لیں گے۔"

"وہ تو یہ بٹوہ بھی برآمد نہیں کر سکے تھے، آخر یہ اس وقت کہاں تھا، جب جمال شاہ نے آپ کی تلاشی لی تھی۔" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"یہ اس وقت میز کے ساتھ چپکا ہوا تھا، نچلے حصے میں ..." انہوں نے کہا۔

"نہیں —" اس کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا، پھر ڈرے ڈرے لہجے میں بولا۔ "آپ تو پیشہ ور چور اچکے لگتے ہیں۔"

"یہ پیشہ ور چور اچکے اور غیر پیشہ ور چور اچکے میں کیا فرق ہوتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جمال شاہ ہی آ کر بتائیں گے، کیونکہ انہیں یہ بات بخوبی معلوم ہو گی۔"

"خدا جانے کیا چکر ہے، آپ لوگ کون ہیں، آپ نے یہ بٹوہ کیوں چرایا اور پھر میرا لائٹر بھی اڑا لیا، آپ کو معلوم ہونا چاہیے، وہ خالص سونے کا ہے۔" بشیر ریاض نے شدید

جھلاہٹ کے عالم میں کہا۔

"سونے کا ہو یا پلاٹینم کا، ہمارے لیے کوئی قیمت نہیں رکھتا، یہ بٹوہ بھی ہم نے نقدی حاصل کرنے کے لیے نہیں اٹھایا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر کس لیے اٹھایا تھا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس یونہی . . . شرارت کرنے کو جی چاہا تھا۔" وہ مسکرائے۔

فون کی گھنٹی بجی، انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو کاؤنٹر کلرک کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا۔

"بشیر صاحب کو ریسیور دیں۔"

"بہت بہتر!" انہوں نے کہا اور ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے دوسری طرف کی بات سنی اور پھر بولا۔

"ٹھیک ہے . . . اوپر بھیج دو۔" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا، "جمال شاہ آ گئے ہیں۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے، کس بے چینی سے ہمیں ان کا انتظار تھا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا اور بشیر ریاض اسے گھورنے لگا۔

"دیکھیے جناب! اس طرح گھور گھور کر نہ دیکھیے، جیسے کھا ہی تو جائیں گے، کھانے کی اور بہت سی چیزیں ہیں۔"

"آپ لوگ بھی عجیب ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اب اگر آپ کی بات کا جواب میں نے یہ دیا کہ ہم عجیب ہونے کے ساتھ ساتھ غریب بھی ہیں تو آپ ہمیں سچ مچ غریب سمجھ جائیں گے، حالانکہ غریب لوگ آپ کے اس مہنگے ہوٹل میں ٹھہرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔" فاروق بولا۔

"بے کار باتیں نہ کرو فاروق! کوئی کام کی بات کرو۔" محمود نے اکتا کر کہا۔

"کام کی بات اس وقت یہ ہے کہ جمال شاہ اندر آیا ہی چاہتے ہیں۔"

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ کہاں چلے، بیٹھے رہیے، میں آپ کو کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"باتھ روم تک جانے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے، جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ باتھ روم کا کوئی دوسرا دروازہ نہیں اور اس میں جو کھڑکی ہے، میں اس سے چھلانگ نہیں لگا سکتا، یوں بھی میں اپنے بچوں کو چھوڑ کر کہاں بھاگ سکتا ہوں، آپ بے فکر رہیں، میں ابھی چند سیکنڈ میں آیا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے باتھ روم میں چلے گئے، اسی وقت دروازہ زور دار آواز کے ساتھ

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

کھلا اور آندھی طوفان کی طرح جمال شاہ اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پہ بلا کا جوش طاری تھا، اعضا بڑی طرح پھڑک رہے تھے۔

"کہاں ہے میرا بٹوہ۔" اس نے پھنکار کر کہا۔

"یہ رہا جناب میز پر، نہ صرف بٹوہ، بلکہ نقدی اور مجسمہ بھی۔" محمود نے کہا۔

اس کی نظریں میز پر جم گئیں، پھر وہ ان چیزوں کی طرف جھپٹا، لیکن محمود نے میز پہ اپنے بازو رکھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"ٹھہریے جناب! ابھی آپ ان چیزوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔"

"کیوں... ارے! وہ تمہارے والد کہاں ہیں۔"

"باتھ روم میں، ابھی آتے ہیں۔"

"میں تم چاروں کو گرفتار کر کے لے جاؤں گا، کانسٹیبل اپنے ساتھ لایا ہوں، رحیم، فضل، عرفان تم سب اندر آ جاؤ۔" اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

دھڑ دھڑ کرتے چھ کانسٹیبل اندر آ گئے، ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لٹک رہی تھیں۔

"معزز مہمانو! کمرے میں اتنی کرسیاں نہیں ہیں، اس لیے آپ لوگ چارپائیوں پہ ہی بیٹھ جائیں۔" فاروق نے بلند آواز

میں کہا۔

"گرفتار کرنے سے پہلے میرا لائٹر ان لوگوں سے مجھے دلوا دیں۔" بشیر ریاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"فکر نہ کریں، میرا بٹوہ اور نقدی مل گئی تو آپ کا لائٹر کیوں نہیں ملے گا۔"

اتنے میں انسپکٹر جمشید غسل خانے سے نکلتے نظر آئے، وہ انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"تو آپ لوگ آ گئے، بہت بہت شکریہ!" وہ چکر کاٹ کر اپنی کرسی کی طرف بڑھنے لگے۔

"آپ ہمارے آنے کا شکریہ تو اس طرح ادا کر رہے ہیں، جیسے آپ نے ہی ہمیں بلوایا ہے۔" جمال شاہ بولا۔

"چلیے ہوٹل کے منیجر نے بلوایا ہے، یونہی سہی، آپ شکریہ وصول نہ کریں۔" انہوں نے کہا۔

"وہ لائٹر کہاں ہے۔"

"پہلے یہ تو اپنے قبضے میں کر لیں۔" انہوں نے میز پر پڑے بٹوے وغیرہ کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ اب کہاں جا سکتی ہیں، آپ لائٹر نکالیے۔"

"کس لائٹر کی بات کر رہے ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔

"مسٹر بشیر ریاض کے سونے کے لائٹر کی بات کر رہا ہوں۔"

MALIK JI
25-Jul-14

وہ تنک کر بولا۔

"بھلا ان کا لائٹر ہمارے پاس کہاں سے آیا، انہوں نے سگریٹ سلگا کر اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔"

"آپ ان کی تلاشی لیں، لائٹر خود بخود برآمد ہو جائے گا۔" بشیر ریاض بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔" جمال شاہ نے کہا۔

"شوق سے تلاشی لے لیں۔"

ان کی تلاشی لی گئی، لیکن لائٹر کسی کی جیب سے بھی نہ نکلا، بشیر ریاض کو بہت حیرت ہوئی، پھر اس نے کہا۔

"باتھ روم دیکھیے۔"

"اوہ ہاں۔" جمال شاہ چونکا۔

لیکن باتھ روم میں بھی لائٹر کہیں نہ ملا، اب تو بشیر ریاض بہت مایوس ہوا، بے خیالی میں اس کا ہاتھ جیب میں چلا گیا، دوسرے ہی لمحے وہ اچھل پڑا۔

"کیا کسی چیونٹی نے کاٹ لیا ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"تم تو اچھے بھلے بے وقوف ہو فاروق، کوئی چیونٹی کے کاٹنے سے بھی اتنی بری طرح اچھلتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"تو کیا سانپ کے کاٹے پر اچھلتا ہے، لیکن میں نے تو

سنا ہے، بعض سانپوں کا کاٹا پانی تک نہیں مانگتا، اچھلے گا تو بے چارہ کیا۔" فاروق نے جواب دیا۔

"تھانے دار صاحب... لائٹر... واپس آگیا ہے۔" بشیر ریاض کی حیرت زدہ آواز ابھری۔

"واپس آگیا ہے، یعنی کیا مطلب؟"

"لائٹر یہ رہا میری جیب میں، لیکن خدا کی قسم تھوڑی دیر پہلے یہ میری کسی جیب میں نہیں تھا، میں نے اچھی طرح تلاشی لی تھی۔" اس نے بتایا۔

"ہوں! میں سمجھ گیا... ہو سکتا ہے، ان میں سے کسی نے یہ واپس آپ کی جیب میں رکھ دیا ہو، خیر... اس سے کیا فرق پڑتا ہے، میرے بٹوے کی چوری کا مقدمہ تو ان پر ہر حال میں چلے گا، چلو لگا دو ان کے ہتھکڑیاں۔"

"مجھے افسوس ہے، آپ ہمیں ہتھکڑی نہیں لگا سکیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیوں! مجھے کون روک سکتا ہے۔" جمال شاہ گرجا۔

"بٹوے سے برآمد ہونے والے اس مجسمے کو آپ کس خانے میں رکھیں گے، میں عدالت میں اس مجسمے کو بھی پیش کرنے کا مطالبہ کروں گا اور پھر تھانے دار صاحب... آپ کو بتانا ہو گا کہ یہ مجسمہ کیا بلا ہے، اگر آپ یہ جواب دیں گے کہ بس یہ ایک مجسمہ

MALIK.JI
25-Jul-14

ہے تو میں اس مجسمے کے بارے میں عدالت کو ایک ایسی بات بتاؤں گا جسے سن کر سب دنگ رہ جائیں گے، اب آپ سوچ لیں، ہمیں گرفتار کرنا ہے یا نہیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"آ... آپ... آپ... کون ہیں۔" تھانے دار نے اٹک اٹک کر کہا، اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا تھا، آنکھوں میں بے پناہ خوف جھلکیاں مارنے لگا تھا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ بشیر ریاض اور کانسٹیبل بھی حیرت زدہ رہ گئے اور پیتل کے مجسمے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے اور پھر ان سب کی نظریں مجسمے سے ہٹ کر انسپکٹر جمشید پر آ لگیں، کیونکہ اس وقت مجسمے سے بھی زیادہ حیرت انگیز وہ خود تھے۔

اور ایسے میں ان کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی، پراسرار مسکراہٹ۔

سوہراب کا پیغام

"میں کوئی بھی ہوں، آپ مجھے گرفتار کر رہے ہیں یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"میرا بٹوہ اور نقدی مجھے مل گئی، اب مجھے آپ کو گرفتار کرنے اور اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا اور میز کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

"یہ... یہ... آپ کہہ رہے ہیں۔" بشیر ریاض ہکلایا۔

"ہاں بشیر صاحب! اب معاملے کو رفع دفع ہی کر دینا چاہیے۔" اس نے گھبرا کر کہا، اس وقت تک اس کے ہاتھ بٹوے اور نقدی تک پہنچ چکے تھے، انسپکٹر جمشید نے جلدی سے پیتل کا مجسمہ اٹھا لیا۔

"بٹوہ اور نقدی شوق سے لے جائیے، یہ مجسمہ میرے پاس رہے گا، آپ کی کوئی نشانی بھی تو ہمارے پاس ہونی چاہیے۔" انسپکٹر جمشید کا لہجہ شوخ تھا، جمال شاہ کا رنگ اڑ گیا۔

"نہیں نہیں! یہ مجسمہ تو آپ کو لوٹانا ہی ہو گا۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"تو پھر پہلے یہ بتا دیں، یہ مجسمہ ہے کیا بلا۔"

"افسوس! میں یہ نہیں بتا سکتا۔" جمال شاہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آخر کیوں! اس میں کیا حرج ہے، اس مجسمے میں ایسی کیا بات ہے، پیتل کا ایک مجسمہ ہی تو ہے۔" بشیر ریاض نے حیران ہو کر کہا۔ "آپ اس کے بارے میں بتا کر یہ جھگڑا ختم کیوں نہیں کر دیتے۔"

"کچھ ہو جائے، میں اس مجسمے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" اس نے کپکپائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تب پھر آپ جا سکتے ہیں، یہ میرے پاس رہے گا۔" انہوں نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا، رحیم... فضل... ان سے مجسمہ چھین لو۔" اس نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا، کانسٹیبل آگے بڑھے، انسپکٹر جمشید نے مجسمے والا ہاتھ آگے کر دیا اور مٹھی بند کر دی۔

"اگر تم یہ مٹھی کھول سکے تو مجسمہ تمہارا ہو گا۔" انہوں نے گویا اعلان کیا۔

کانسٹیبلوں نے اس اعلان کو حیرت بھرے انداز میں سنا اور ان میں سے ایک ان کی مٹھی پر پل پڑا، لیکن پھر دونوں ہاتھوں کا پورا زور لگانے پر بھی مٹھی کو نہ کھول سکا، یہ دیکھ

کر دوسرا آگے بڑھا، انہوں نے باری باری زور لگا مارا، پھر مل کر بھی کوشش کی، لیکن مٹھی کو نہ کھلنا تھا نہ کھلی، یہ دیکھ کر جمال شاہ گھبرا گیا۔

"یہ تم کیا کھیل کھیل رہے ہو، اسے فرش پر چت گرا دو اور مار مار کر بے ہوش کر دو، مٹھی خود بخود کھل جائے گی۔"

"بہت اچھی ترکیب ہے، میں بھی حیران تھا کہ اب تک تمہارے ذہن میں کیوں نہیں آئی۔" فاروق خوش ہو کر بولا۔

"لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے گا کون... میرا مطلب ہے تم میں سے گرانے کے لیے آگے کون بڑھے گا۔" محمود نے کہا۔

"دیکھا ابا جان! آپ کو بلی کہہ رہا ہے۔" فرزانہ جھلا کر بولی۔

"دیکھا تو نہیں، سنا ضرور ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آنکھوں کا دیکھا اور کانوں کا سنا دونوں ہی بعض اوقات غلط ثابت ہو جاتے ہیں، اس موضوع پر دادی جان ایک کہانی سنایا کرتی تھیں۔" فاروق مسکرایا۔

"اس وقت کہانی نہ شروع کر دینا، یہاں مجسمے صاحب کا معاملہ درپیش ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ہائیں! تم مجسمے کو مجسمے صاحب کہہ رہی ہو۔" محمود نے

MALIK JI
25-Jul-14

حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں تمہیں کوئی اعتراض ہے، میں تو اسے جناب مجھے صاحب بھی کہوں گی۔" فرزانہ تنک کر بولی۔

"کہہ لو بابا، کاٹ کھانے کی کوشش نہ کرو۔"

"ابھی تک تو میں نے کوشش کی نہیں، کی تو تم بچ نہیں سکو گے۔" فرزانہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"بڑی کٹکھنی ہو۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"میں تو چھوٹی ہوں، بڑے تم ہو۔"

"اور میں منجھلا ہوں۔" فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا، انہیں ہنسی آگئی۔

"دیکھ کیا رہے ہو، ہم یہاں ان کی باتیں سننے کے لیے نہیں آئے، ٹوٹ پڑو۔" جمال شاہ نے جھنجلا کر کہا۔

"ارے! پہلے بتایا ہوتا کہ تم یہاں ہماری باتیں سننے نہیں آئے، ہم ہونٹوں کو تالے لگا لیتے، اگرچہ آج کل تالے بہت مہنگے ہو گئے ہیں۔" فاروق نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

اسی وقت چھ کے چھ کانسٹیبل ایک ساتھ آگے بڑھے اور ان میں سے ایک منہ کے بل گرا، محمود نے اپنی ٹانگ آگے کر دی تھی۔

"دیکھ کر تو لڑو بھائی، اس طرح تو تم خود ٹوٹ پھوٹ

جاؤ گے اور لال پیلے ہو گے ہم پر۔۔۔ کہ ہم نے ٹانگ اڑائی تھی، حالانکہ ابا جان ایسے موقعوں پر ہمیں ٹانگ اڑانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔" فاروق شوخ انداز میں کہتا چلا گیا، اتنے میں باقی پانچ کانسٹیبل انسپکٹر جمشید کے نزدیک پہنچ چکے تھے، لیکن انہوں نے کرسی سے اٹھنے یا ہلنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی، چہرے پر بھرپور مسکراہٹ لیے انہیں دیکھتے رہے۔

"دیکھو بھئی، قانون کے محافظوں پر ہاتھ اٹھانا میں بہت گھناؤنا جرم خیال کرتا ہوں، لیکن جب قانون کے محافظ قانون توڑتے نظر آئیں تو پھر میں بھی مجبور ہو جاتا ہوں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تھانے دار صاحب چوری کی رپورٹ درج کرتے اور رپورٹ میں برآمد ہونے والی چیزوں کا ذکر کرتے، پھر مجھے گرفتار کر لیتے، لیکن یہ زبردستی مجسمہ حاصل کرنے پر تل گئے ہیں، اس لیے اگر تم میں سے کسی کے چوٹ ووٹ لگ گئی تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو گی، پھر نہ کہنا، ہمیں خبر نہ ہوئی۔" وہ کہتے چلے گئے۔

کانسٹیبلوں نے جیسے ان کے الفاظ سنے ہی نہیں، اندھا دھند ان پر ٹوٹ پڑے، لیکن ہوا یہ کہ ان سب کے ہاتھ کرسی پر پڑے، انسپکٹر جمشید تو نہایت سکون سے کرسی سے اٹھ کر ان کے درمیان سے نکل آئے تھے۔

MALIK.JI
25-Jul-14

"دیکھا، ابا جان ایسے ان کے درمیان سے نکل آئے، جیسے مکھن میں سے بال نکل آتا ہے۔" محمود نے ننھے بچوں کی طرح تالی بجا کر کہا۔

"یار تم بھی عجیب ہو، پہلے ابا جان کو بلی کہہ رہے تھے، اور اب بال... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"نہیں! ابھی نہیں چلا۔" محمود نے کہا۔ "محاورے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرو اپنے اندر۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"کب تک چلنے کی امید ہے۔" فرزانہ بولی۔

اتنے میں کانسٹیبل انسپکٹر جمشید کی طرف پلٹ پڑے، اور دائرے کی شکل میں آگے بڑھنے لگے، جمال شاہ اور بشیر ریاض حیرت بھرے انداز میں یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے، ان کی آنکھیں پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"دیکھو بھئی! اگر تم میں سے کسی کے چوٹ لگ گئی تو میں ذمے دار نہیں ہوں گا، مرہم پٹی بھی تمہیں خود ہی کرانا ہوگی، لہذا بہتر یہی ہے کہ میرے نزدیک نہ آؤ۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کہاں ماننے والے تھے، ادھر اُدھر سے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے، آخر انہوں نے سوچا، ان لوگوں کو سبق دینا ہی پڑے گا، یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے حرکت میں آئے اور ایک ایک ہاتھ ان کے رسید

کر دیا، وہ چکرا کر رہ گئے، آگے بڑھنے کی ہمت کوچ کر گئی، انسپکٹر جمشید نے جان بوجھ کر ہلکے ہاتھ رسید کیے تھے، کیوں کہ ان بے چاروں کا کوئی قصور نہیں تھا، وہ تو اپنے افسر کا حکم مان رہے تھے، انہیں بے بس پا کر جمال شاہ کا چہرہ تاریک ہو گیا، پھر کسی خیال کے تحت اس نے تیز لہجے میں کہا!

"مجسمہ آپ کو واپس کرنا ہی ہوگا، میں دیکھوں گا، کیسے واپس نہیں کرتے۔"

"ضرور دیکھ لیجیے گا، ہم آپ کو دیکھنے سے منع ہرگز نہیں کریں گے۔" فاروق نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"آؤ چلیں۔" جمال شاہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، اور تھوڑی دیر بعد کمرے میں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"ابا جان! یہ مجسمے کا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔" فرزانہ نے ان کے جانے کے بعد کہا۔

"اور سمجھ میں کون سا معاملہ آیا ہے، ذرا یہ تو بتا دو۔" فاروق نے پوچھا۔ "بٹوہ کیوں اڑایا گیا تھا، وہ میز پر اُلٹ کر ہوٹل کے مالک سے کیوں نہ چھپایا گیا، پھر جمال شاہ کو مجسمہ عدالت میں پیش کرنے کی دھمکی کیوں دی گئی، کیا یہ سب معاملات

MALIK JI
25-Jul-14

تمہاری سمجھ میں آ چکے ہیں۔"

"نہیں! ان میں سے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آئی، لیکن بنیادی چیز تو بٹوہ ہی ہے۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"بنیادی چیز تو بٹوہ بھی ہے، سر سہراب بھی ہے۔" محمود نے کہا۔

"یہ گنڈا خاں نہ جانے کہاں رہ گیا، معلوم تو یہ ہوا تھا کہ جیسے ابھی واپس آ جائے گا۔"

وہ اپنی اپنی کہہ چکے، اس پر بھی انسپکٹر جمشید کچھ نہ بولے تو تینوں کو بہت حیرت ہوئی، ان کی نظریں ان کے چہرے پر جم گئیں، وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے، آخر انہوں نے کہا۔

"سب سے زیادہ خطرناک بات یہی ہے کہ اب تک گنڈا خان یا سر سہراب کا کوئی اور آدمی ہم تک کیوں نہیں پہنچا؟"

"جی کیا مطلب؟" فرزانہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "اگر ان میں سے کوئی آ گیا ہوتا تو پھر خطرے والی کوئی بات نہیں تھی۔"

"ہاں! پھر کوئی فکر کی بات نہیں تھی۔ خیر ہم کچھ دیر اور انتظار کریں گے۔" انہوں نے کہا۔

"اور کچھ دیر بعد بھی کوئی نہ آیا تو آپ کیا کریں گے۔"

"پھر ہم خود سر سہراب کے محل میں چلیں گے۔"

"لیکن ابا جان! یہ تو وہی بات ہو گی، آ بیل مجھے مار۔"

"اس بیل کو محل سے باہر نکالنے کے لیے نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑے گا۔"

"تو کیا آپ یہاں سر سہراب کے چکر میں آئے ہیں۔" محمود نے چونک کر سوال کیا۔

"ہاں!" انہوں نے کہا۔ "یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔"

"اوہ! ہم سمجھے تھے، سیر و تفریح کے لیے آئے ہیں۔" فاروق کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، جب ہم کہیں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، تب بھی تو کوئی نہ کوئی کیس پیچھے پڑ ہی جاتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"پیچھے پڑ نہیں جاتا، ہم خود پیچھے لگا لیتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"چلو یہی سہی، کوئی بات ہوتی ہے، تبھی پیچھے لگا لیتے ہیں نا۔" فرزانہ بولی۔

"ختم کرو، اس بحث کو، سنو! میں بتاتا ہوں، یہ آج سے ایک ماہ پہلے کی بات ہے... دارالحکومت میں ایک جرائم پیشہ کی جیب سے ایسا ہی پیتل کا ایک مجسمہ برآمد ہوا تھا، حوالات

MALIK JI
25-Jul-14

میں بند کرنے سے پہلے ملزم کی جامہ تلاشی لی جاتی ہے، جب اس سے اس مجسمے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے پہلے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لیے، اس پر تشدد کیا گیا، اسے راتوں کو جگایا گیا، برف کے پانی میں غوطے دیے گئے مگر اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا اور آخر ایک دن وہ حوالات میں ہی مر گیا، اس کی موت کو چھپا لیا گیا، معائنے کے بعد پتا چلا، اس کے پاس کوئی تیز زہر تھا، جو اس نے گلے میں پہنے ہوئے تعویز میں چھپایا ہوا تھا، بس اس نے وہ تعویز چبا لیا اور مر گیا، اس طرح وہ مجسمہ مجھ تک پہنچ گیا، مرنے والے کی جیبوں کی تلاشی کے دوران ٹرین کا ایک ٹکٹ بھی ملا تھا، اور اس ٹکٹ سے ظاہر تھا کہ وہ فیروز آباد سے آیا ہے، لہذا میں نے یہاں آنے کا پروگرام بنا لیا، ہوٹل خیاباں یہاں کا سب سے اچھا ہوٹل ہے، اس لیے اس میں کمرے بک کرا لیے گئے، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں آتے ہی چکر شروع ہو جائے گا، تھانے دار کی جیب صاف کرنے کے لیے تو میں نے مذاقاً ہی کہہ دیا تھا، میں نے سوچا تھا، چلو شغل رہے گا، لیکن معاملہ وہی نکل آیا جس کے لیے ہم گھر سے نکلے تھے، مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ یہ مجسمہ کیا بلا ہے۔"

"آپ نے ایک بات نہیں بتائی، وہ آدمی جو حوالات میں

مرا اس نے کیا جرم کیا تھا؟" محمود نے سوال کیا۔

"اس پر ایک آدمی کو قتل کرنے کا الزام تھا، اس آدمی کا کوئی والی وارث نہیں مل سکا، اسے ایک گمنام آدمی کی حیثیت سے دفن کر دیا گیا اور حوالات میں اس کا قاتل بھی مر گیا، اس لیے ابھی تک اس راز سے بھی پردہ نہیں اٹھا کہ اس نے اس آدمی کو قتل کیوں کیا تھا، اگر پیتل کا وہ مجسمہ ہاتھ نہ لگتا تو کوئی ان دونوں کے بارے میں سوچتا بھی نہ، لیکن چونکہ اس نے لاکھ کوشش کے باوجود بھی مجسمے کے بارے میں نہیں بتایا، اور خودکشی کر لی، اس لیے مجسمہ اہمیت اختیار کر گیا اور اسے ہمارے محکمے کے حوالے کر دیا گیا، مجھے ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ در اصل یہ مجسمہ کیا بلا ہے۔"

"پھر تو آپ کو چاہیے تھا، جمال شاہ کو جانے نہ دیتے۔" فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیوں؟ اسے یہاں روک کر کیا کرتے۔" انہوں نے پوچھا۔

"اس سے مجسمے کے بارے میں معلوم کیا جا سکتا تھا۔"

"وہ ہرگز کچھ نہ بتاتا . . . اور شاید اس آدمی کی طرح اپنی جان دے دیتا، کیونکہ . . . " انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے، ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"کیوں کیا ہوا؟" فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"کیونکہ تھانے دار جمال شاہ کے گلے میں بھی ایک ایسا ہی تعویذ موجود ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

عین اسی وقت کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور وہ چونک اٹھے، چند سیکنڈ تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد انسپکٹر جمشید نے محمود کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا اور فاروق اور فرزانہ کو اِدھر اُدھر پوزیشن لینے کے لیے کہا، وہ خود بھی اٹھ کر دروازے کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے، محمود نے دروازہ اس طرح کھولا کہ اس کے ساتھ ہی خود بھی پیچھے چلا گیا اور دیوار سے جا لگا، فوراً ہی انہوں نے بشیر ریاض کی حیرت بھری آواز سنی۔

"ارے! آپ لوگ کہاں ہیں۔"

اس کی آواز سن کر انسپکٹر جمشید سامنے آ گئے، بشیر ریاض کے ہاتھ میں پیلے رنگ کا ایک کاغذ تھا، انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"ہم نے ذرا پوزیشن لے لی تھی۔"

"اوہ سمجھا!" اس نے کہا، پھر فکر مند لہجے میں بولا۔ "آپ لوگوں کے لیے اب بھی موقع ہے، اس قصبے کو چھوڑ کر چلے جائیں۔"

"کیوں اب کیا ہوا، یہ بات تو آپ ہم سے پہلے بھی کہہ

چکے ہیں۔"

"ہاں! یہ دیکھ رہے ہیں آپ . . ." اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو لہراتے ہوئے کہا۔

"دیکھ رہا ہوں، کاغذ ہے اور اس کا رنگ پیلا ہے، غالباً اس پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے۔" انہوں نے کہا۔

"ہاں! یہ خط میرے نام آیا ہے، اسے گنڈا خاں لے کر آیا ہے، لیجیے خود ہی پڑھ کر دیکھ لیں۔" یہ کہہ کر اس نے کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا، چاروں اس پر جھک پڑے، لکھا تھا۔

"مسٹر بشیر ریاض! تم نے ان لوگوں کو گنڈا خاں کی دھمکی کے باوجود نکال باہر نہیں کیا، آج رات گیارہ بجے سے پہلے پہلے ہوٹل بالکل خالی کر دو، یہ لوگ نہیں نکلتے تو نہ سہی، ان سے میں خود ہی سمجھ لوں گا، یاد رہے، تم یا تمہارا کوئی آدمی گیارہ بجے کے بعد ہوٹل میں موجود نہ ہو، اور نہ ہی نقدی یا کوئی اور قیمتی چیز! گیارہ بجے کے بعد پورا قصبہ ان کا دشمن ہو گا۔

سر سہراب"

سُوٹ کیس

MALIK JI
25-Jul-14

خط کے الفاظ پڑھ کر وہ سناٹے میں آ گئے، پہلے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان کی نظریں بشیر ریاض کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

"کیا آپ ہوٹل کو خالی کر دیں گے۔" محمود نے کمرے کی خاموشی کو توڑا۔

"اس کا حکم نہ مان کر میں مصیبت مول نہیں لے سکتا، خالی نہ کرنے کی صورت میں وہ میرے اور میرے آدمیوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا، جو آپ لوگوں کے ساتھ کرنے والا ہے۔"

"تو کیا پولیس بھی ہماری مدد نہیں کرے گی۔" فرزانہ بولی۔

"پولیس کو آپ نے پہلے ہی اپنا دشمن بنا لیا ہے اور پھر سر سہراب کے مقابلے میں پولیس کی ہستی ہی کیا ہے، کوئی افسر بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے محل میں قدم نہیں رکھ سکتا۔" بشیر ریاض نے بتایا۔

"آخر کیوں . . ." انسپکٹر جمشید چیخ پڑے: "ایسا کیوں ہے . . .

پولیس کیوں اس سے ڈرتی ہے، قانون کیوں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"قانون اس کا آج تک اس لیے کچھ نہیں بگاڑ سکا کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہو بھی تو اسے کوئی نہیں پہچانتا، تیس سال سے اسے کسی نے نہیں دیکھا، تیس سال پہلے اگر کسی نے دیکھا بھی ہو گا تو اس وقت اُسے اس کا حلیہ کیسے یاد رہ سکتا ہے۔"

"اور پولیس کیوں ڈرتی ہے۔" انہوں نے پوچھا۔

"جس شخص کو آج تک انہوں نے دیکھا نہ ہو اور وہ اپنے مخالفوں کو جب چاہے، جہاں چاہے ختم کرا دیتا ہو، اس سے پولیس والے تو کیا پولیس کے بڑے بھی ڈریں گے۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔" فاروق نے لمبا سانس بھرا۔

"جی ہاں! اب آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں، یہ پیتل کا مجسمہ کیا بلا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"جی نہیں! اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں! آپ گھبرا سے کیوں گئے۔"

"پیتل کے مجسمے کے بارے میں یہاں ہر شخص بات کرتا ہوا

MALIK JI
25-Jul-14

گھبراتا ہے۔" اس نے کہا۔

"آخر کیوں . . ." فرزانہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"پپ . . . پتا نہیں . . . مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"ہم سمجھ گئے، آپ بھی دوسروں کی طرح مجسمے کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی! کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کم از کم ہم اتنا تو جانتے ہی ہیں کہ جس کسی کے پاس بھی یہ مجسمہ ہوتا ہے، وہ اس کے بارے میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتا۔"

"آپ . . . آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہے۔" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"بس معلوم ہے . . . ویسے کیا آپ کے پاس بھی کوئی پیتل کا مجسمہ ہے؟" انسپکٹر جمشید نے اچانک سوال کیا۔

"نن . . . نہیں۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہوں! تو آپ آج رات گیارہ بجے سے پہلے ہوٹل کو بالکل خالی کر دیں گے۔"

"ہاں! لیکن اگر آپ یہاں سے چلے جائیں تو پھر ایسا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"یہ سہراب کے خلاف اعلان جنگ ہوگا اور یہ اس قصبے کی سب سے خوفناک خبر ہوگی۔" بشیر ریاض نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

"تو یہ خوفناک خبر ابھی پھیلا دو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟" اس نے مری مری آواز میں کہا۔

"آخری۔ بالکل آخری۔"

"بہت بہتر . . . لیکن میرے ہوٹل کا نقصان کون پورا کرے گا؟"

"ہم تحریر تمہیں لکھ کر دے ہی چکے ہیں۔"

"سوچ لیں . . . ہوٹل کا نقصان پورا کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔" اس نے کہا۔

"جتنا بھی آسان ہوا، ہم برداشت کر لیں گے . . . اب آپ جا سکتے ہیں۔"

"بہت اچھا!" اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا اور جانے کے لیے مڑا، لیکن پھر رک گیا اور بولا۔

"یہ کاغذ مجھے دے دیں۔"

"یہ ہمارے پاس رہے گا، شاید اس کاغذ پر لکھی تحریر سہراب کی ہی ہو۔"

"لیکن یہ خط میرے نام ہے۔" اس نے منہ بنایا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"تو کیا ہوا، اس پر سر سہراب کی یہ ہدایت درج نہیں کہ اسے آپ ہر حال میں اپنے پاس رکھیں گے۔"

"اچھا! جیسے آپ کی مرضی، آپ لوگ اپنی قبریں اپنے ہاتھوں سے کھود رہے ہیں، اس میں میں کیا کر سکتا ہوں، آپ نہیں جانتے، سر سہراب کس قدر خوفناک آدمی ہے۔"

"رات کو بارہ بجے تو جان جائیں گے۔" فرزانہ مسکرائی اور بشیر ریاض جھنجھلاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد انھوں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تو انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور اب ہم جائزہ لیں گے کہ سر سہراب کس رُخ سے حملہ کرے گا، اس کا حملہ کس قسم کا ہو سکتا ہے اور ہمارے پاس جوابی کارروائی کے لیے کیا کچھ موجود ہے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے پستول نکال لیا، محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان کی دیکھا دیکھی اپنے ہتھیار نکال لیے۔

"ان سے کچھ نہیں ہوگا، یہ صرف نزدیک سے کام کر سکتے ہیں، میں تمہیں پستول دوں گا۔"

"کیا آپ کے پاس چار پستول ہیں۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی، کیونکہ وہ اپنے پاس ایک پستول سے زائد نہیں رکھا کرتے

تھے۔

"مجھے کچھ اندازہ تھا کہ یہاں اس قسم کے حالات پیش آئیں گے، اس لیے لے کر چلا تھا، میرا سوٹ کیس اٹھا لاؤ، اس میں تین پستول اور ہیں اور کارتوس بھی بڑی مقدار میں ہیں۔"

"بھئی واہ! پھر تو یہ ہوٹل ہمارے لیے واقعی قلعہ ثابت ہوگا۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"سوٹ کیس میں اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہو! آپ تو پوری پوری تیاری کر کے آئے ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! دراصل میں نے اب تک ایک بات تم لوگوں سے چھپائی ہے اور یہ مناسب ہوگا کہ اب تمہیں بتا دوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا، پھر... کہنے لگے: "مجسمے والے جس آدمی نے ایک شخص کو قتل کیا تھا، ڈاکٹر صاحبان... اسے مرنے سے پہلے چند سیکنڈ کے لیے ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔"

"اوہ!" تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، پھر محمود نے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ یہ واقعہ آپ ہمیں تفصیل سے سنا دیں۔"

"بہت اچھا، یہ تقریباً بیس دن پہلے کی بات ہے، بھائی شاہین نگر میں ایک آدمی دوپہر کے بارہ بجے دوڑتا ہوا اندر

داخل ہوا، لیکن فوراً ہی ایک فائر ہوا اور گولی اس کی کمر میں
لگی۔ تھانے کے گیٹ پر کانسٹیبل کھڑا تھا، اس نے ایک کار
سے فائر ہوتے دیکھ لیا تھا، وہ کوئی بہت ہی دلیر اور جانباز
کانسٹیبل تھا، ورنہ ایسے موقعوں پر کانسٹیبل حضرات اپنی جان بچانے
کے لیے اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں، اس نے فوراً چھلانگ لگائی،
اور دوڑتی ہوئی کار کے پیچھے بھاگا، سڑک پر ٹریفک بہت تھی،
اس لیے کار کی رفتار زیادہ نہیں تھی، چشم زدن میں وہ کار کے
نزدیک پہنچ گیا، اس پر بھی فائر کیا گیا، مگر وہ لڑھکنی کھا کر بچ
گیا، بازار میں بھگدڑ مچ گئی، اس بھگدڑ سے کانسٹیبل نے اور
فائدہ اٹھایا، کار میں بیٹھا قاتل بھگدڑ کی وجہ سے کار نکال کر
نہ لے جا سکا اور وہ کار کے اندر داخل ہو گیا، اتنی دیر میں
تھانے سے دوسرے کانسٹیبل اور حوالدار وغیرہ بھی آ گئے اور
قاتل کو چھاپ لیا گیا۔

گولی کھانے والے کو ہسپتال لے جایا گیا، مرنے سے
پہلے چند سیکنڈ کے لیے اسے ہوش میں لایا گیا اور اس کے منہ
سے صرف دو لفظ نکلے، وہ دو الفاظ فیروز آباد اور سرسہراب
تھے، پھر وہ مر گیا، ادھر قاتل کی جیب سے پیتل کا مجسمہ برآمد
ہوا، لیکن اس نے مرنا قبول کر لیا، پیتل کے مجسمے کے بارے
میں کچھ نہ بتایا... مجسمہ مجھ تک پہنچا، میں نے سرسہراب کے

بارے میں معلومات حاصل کیں اور مجھے پتا چلا کہ انگریز کے
دور میں اس نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اور انگریزوں نے
اسے جاگیر عطا کی تھی، فیروز آباد میں ان دنوں اس کا بہت
نام سنا جانے لگا ہے، درمیانی کچھ عرصے تک اس کا نام بالکل
سننے میں نہیں آیا، بس یہ تھے وہ حالات، جنہوں نے مجھے یہاں
آنے پر مجبور کیا۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"ہوں! اب ذرا آپ کے سوٹ کیس کو بھی دیکھ لیں، اس
کے بعد جنگ کی تیاری کرنا ہو گی۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! گیارہ بجے ہوٹل خالی ہو جائے گا، اس کے بعد
ہمارے سوا یہاں کوئی نہیں ہو گا، لیکن ہمیں اپنی تیاری اس
وقت سے بہت پہلے شروع کرنا ہو گی، یوں لوگ تو یہاں
سے رات آٹھ بجے سے بھی پہلے بھاگ جائیں گے، یہ خبر
جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی۔" انہوں نے کہا، پھر
کچھ خیال آنے پر وہ فون پر جھکے اور جمال شاہ کے نمبر
گھمانے لگے، جلد ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"جمال شاہ بول رہا ہوں۔"

"اور میں جمشید احمد ہوں... آج رات بارہ بجے سرسہراب
ہوٹل خیاباں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا چکا ہے، اس وقت
ہوٹل میں ہم چاروں کے سوا کوئی نہیں ہو گا، ہوٹل کا مالک

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI
25-Jul-14

اور ملازمین اسے خالی کر دیں گے، گاہک بھی چلے جائیں گے،
میں چاہتا ہوں، آپ ہماری حفاظت کا بندوبست کریں۔"
"کیا... یہ تم کیا کہہ رہے ہو، سر سہراب کے مقابلے میں
میں آپ لوگوں کی حفاظت کا انتظام کروں، آپ اس منحوس
ہوٹل میں رکے ہی کیوں ہیں، آپ بھی رات گیارہ بجے سے
پہلے نکل آئیں۔" جمال شاہ نے کہا۔
"میں نے گیارہ بجے نہیں، بارہ بجے کہا ہے۔" انسپکٹر جمشید
بولے۔
"چلیے بارہ بجے ہی سہی، ظاہر ہے کہ آپ اگر نکلنا پسند
کریں تو بارہ بجے سے پہلے ہی نکلیں گے۔" جمال شاہ نے
جواب دیا۔
"تو ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے۔"
"میں ہوٹل سے نکلنے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔" اس
نے جواب دیا۔
"یہ نہیں ہو سکتا، ہم نے ہوٹل کے کمروں کا پیشگی کرایہ ادا
کیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت ہمیں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہیں کر
سکتی، ایس پی صاحب کے نمبر بتائیے، میں ان سے بات کروں گا۔"
"وہ بھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔" جمال شاہ نے کہا۔
"آپ نمبر تو بتائیے۔" انہوں نے کہا اور جمال شاہ نے نمبر بتا

کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ انسپکٹر جمشید نے ایس پی کے نمبر گھمائے، فوراً
ہی ایک موٹی آواز سنائی دی۔
"ہیلو! میں ایس پی فیروز آباد ہوں۔"
"میرا نام جمشید احمد ہے جناب! ہوٹل خیاباں میں مقیم ہوں۔
آج رات سر سہراب ہم پر ہوٹل خیاباں میں حملہ کرنے کا پروگرام
بنا چکا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ ہماری حفاظت کا انتظام
کر دیں۔" انہوں نے کہا
"کیا کہا... سر سہراب اور آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، پوری
بات بتائیے۔" ایس پی نے چونک کر کہا۔
انہوں نے تفصیل سنا دی کہ ہوٹل خیاباں میں کیا واقعہ پیش آیا۔
"یہ تو اپنی موت کو خود آواز دینے والی بات ہے...
میں جمال شاہ سے جواب طلب کروں گا کہ اس نے آپ کو
گرفتار کیوں نہیں کیا، بٹوے کی چوری کے الزام کو آپ کو گرفتار
کرنا ضروری تھا۔"
"وہ مجھے اس لیے گرفتار نہیں کر سکے کہ بٹوے میں ایک عدد
پیتل کا مجسمہ بھی تھا اور رپورٹ میں اس کا ذکر کرنا بھی ضروری تھا۔"
"کیا!!!" ایس پی حلق پھاڑ کر دھاڑا، پھر اس نے خوفزدہ
آواز میں کہا۔
"آپ... آپ کے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً ہوٹل سے نکل

MALIK JI
25-Jul-14

آئیں، ورنہ میں ذمے دار نہیں ہوں گا۔" یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"عجیب بات ہے، قانون کا کوئی محافظ ہماری مدد کرنے کے لیے تیار نہیں، پورا قصبہ سر سہراب کا ساتھ دینے پر مجبور ہے، آخر ایسا کیوں ہے، گویا پورا قصبہ سر سہراب کے ساتھ ہے، یہ پورا قصبہ قاتل ہے۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"قاتل قصبہ!!" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! واقعی ... اس قصبے کا اس سے اچھا نام اور کیا ہو سکتا ہے۔" محمود بولا۔

"اس کا مطلب ہے، ہم اس پورے قصبے میں بے یار و مددگار ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"نہیں! اللہ ہمارا مددگار ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے "آؤ ہم انتظامات کا جائزہ لیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے سوٹ کیس کھول ڈالا اور وہ اس میں بھری چیزوں کو دیکھ کر چونک اٹھے۔

○

جنگ کے بعد

رات کے نو بجے ہوٹل سنسان ہو گیا، پورے قصبے میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آج رات بارہ بجے سر سہراب کے آدمی ہوٹل خیاباں میں موجود چار افراد پر حملہ کریں گے، ہوٹل کے باہر لوگ ضرور آ جا رہے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہوٹل کے در و دیوار کو دیکھ رہے تھے، شاید یہ قصبے کی تاریخ کا عجیب ترین دن تھا، لوگ ان چاروں کی ایک جھلک دیکھ لینے کے لیے ہوٹل کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے، مگر وہ تو اپنے کمرے میں تھے، اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہیں تھی، اگرچہ ابھی ہوٹل کے دروازے اور کھڑکیاں کھلی تھیں۔ قصبے کی پولیس کا کہیں کوئی نام و نشان نہیں تھا، وہ تو اس طرح غائب تھی، جیسے گدھے کے سر سے سینگ، اور ساڑھے گیارہ بجے تو شہر کا عالم یہ تھا جیسے کرفیو لگا دیا گیا ہو، سڑکیں سنسان ہو گئیں، گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہو گئیں، دروازے اور کھڑکیاں اس لیے بند ہو گئی تھیں کہ پورے قصبے میں سر سہراب نے

MALIK JI
25-Jul-14

یہ اعلان کرا دیا تھا کہ کسی کے گھر کا کوئی دروازہ کوئی کھڑکی کھلی نظر نہ آئے، تاکہ چاروں مجرموں کو کوئی پناہ کی جگہ نہ ملے، گویا اس کی نظر میں چاروں مجرم تھے۔

ادھر یہ چاروں مختلف انتظامات میں مصروف تھے، انسپکٹر جمشید نے پہلے تو ان کے ساتھ مل کر پورے ہوٹل کا معائنہ کیا تھا اور پھر مقابلے کی تیاری میں مصروف ہو گئے تھے، انہوں نے ہر پہلو پر شاید پہلے ہی غور کر لیا تھا، محمود، فاروق اور فرزانہ ان کی تیاریوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے، آخر فرزانہ سے رہا نہ گیا۔

"ابا جان! آپ تو باقاعدہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، کیا آپ کے خیال میں حملہ آور بڑی تعداد میں ہوں گے۔"

"میری اطلاعات کے مطابق سر سہراب نے کم از کم پچاس غنڈے پال رکھے ہیں، ان کے علاوہ وہ پولیس والوں سے بھی کام لیتا رہتا ہے، یہ بات اب تک سمجھ میں نہیں آئی کہ اتنے لوگ اس کے غلام بن کر کیوں رہ گئے ہیں، قصبے کے لوگ اس سے ویسے ہی خوف زدہ رہتے ہیں، خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں، پہلے تو ہمیں اس کے آدمیوں کے استقبال کی تیاری کرنی ہے۔"

"لیکن ابا جان! پچاس آدمی اگر ہوٹل پر بیک وقت حملہ آور ہوئے تو ہم چار آدمی کیا کر سکیں گے۔" محمود نے پریشان ہو

کر کہا۔

"اور یہ انتظامات کیا یونہی دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"ہم چار طرف سے ہونے والے حملے کو کس طرح روک سکیں گے۔" فاروق نے بھی محمود کا ساتھ دیا۔

"اگر حملہ چار طرف سے ہوا تو ہم بھی چار ہیں، ایک ایک سمت میں ایک ایک آدمی لڑے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! بالکل ٹھیک۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر ہم نے انہیں بھاگنے پر مجبور بھی کر دیا تو ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوگا، سوال تو یہ ہے۔" فاروق نے کہا۔

"بہت خوب! تمہارا سوال بہت باوزن ہے۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔ "محمود کیا تم اس سوال کا جواب دے سکتے ہو۔"

"افسوس! مجھے کوئی فائدہ ہوتا نظر نہیں آتا۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"تو پھر... کیا ہماری محنت رائیگاں جائے گی۔" فرزانہ نے کسی قدر حیران ہو کر کہا۔

"چلو! تم بتا دو، کیا فائدہ ہونے کا امکان ہے۔" محمود بولا۔

"ایک فائدہ تو یہی ہوگا کہ دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور دوسرے یہ کہ جب ہم ان کے محل پر حملہ کریں گے،

MALIK JI
25-Jul-14

تو وہ ذہنی طور پر پہلے ہی شکست کھا چکے ہوں گے۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"مجھے فرزانہ کا جواب سن کر خوشی ہوئی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"اور آپ کا یہ جملہ سن کر فرزانہ کو خوشی ہوئی ہو گی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بس جل گئے!" فرزانہ ہنسی۔

"تو کیا آپ سر سہراب کے محل پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟" فاروق نے اس کے جملے کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا، نہ جانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔"

"جی! تو کیا سر سہراب کے آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے؟" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"مذاق نہ کرو، ابھی ہمیں بہت کام کرنا ہے۔"

"تو کام کرتے ہوئے اگر مذاق بھی چلتا رہے تو کیا حرج ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کام کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے..." محمود نے کہنا چاہا، لیکن فاروق نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پہلے یہ بتاؤ، تمہارا خیال ہے کہاں تک۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"آ گئی بے چاری ران کی شامت۔" فرزانہ بولی، "ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم، جہاں تک میرا خیال ہے..." فرزانہ نے کہا۔

"ہاں! میں کہہ رہا تھا، جہاں تک میرا خیال ہے... ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہیں، اس لیے کام کی رفتار سست پڑنے نہ پڑنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"ابھی ایک کام رہتا ہے، اور وہ ہے ہوٹل کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کرنا۔"

"ہم ابھی کیے دیتے ہیں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

اور تینوں اس کام میں جٹ گئے، انسپکٹر جمشید بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں گئے تھے، وہ مختلف انتظامات کا ایک بار پھر جائزہ لینے لگے کہ کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی، آخر محمود، فاروق اور فرزانہ نے انہیں آ کر بتایا، وہ دروازے اور کھڑکیاں بند کر چکے ہیں۔

"اور اب یوں بھی ساڑھے گیارہ بج گئے ہیں، گویا دشمنوں کے حملہ آور ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے، پھر انہوں نے ایک ایک پستول ان کی طرف بڑھا دیا۔

"پستول ذرا نئی قسم کے ہیں، دھیان سے چلانا۔" انہوں نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ابا جان! ہم آج پستولوں کے جوہر دکھا کر رہیں گے۔" محمود نے کہا۔

"کیا زمانہ آگیا ہے، کبھی لوگ تلواروں کے جوہر دکھایا کرتے تھے اور اب... پستولوں کے جوہر دکھائے جائیں گے۔" فاروق نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اگر تم اس زمانے میں لوٹنا چاہو تو بڑی خوشی سے لوٹ سکتے ہو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"اعتراض کا یہاں کیا سوال، ہمیں تو بے پناہ خوشی ہوگی۔" فرزانہ بولی۔

"وہ کیوں؟" انسپکٹر جمشید کے منہ سے بے خیالی میں نکل گیا، اور پھر وہ انہیں گھورنے لگے۔

"پستولوں کے مقابلے میں جب یہ حضرت تلوار چلائیں گے تو ایک عجیب سماں پیدا ہو جائے گا اور اس عجیب سماں کو دیکھ کر سہراب تو کیا اس کے ابا جان بھی بھاگتے نظر آئیں گے۔" فرزانہ نے شریر لہجے میں کہا۔

"لیکن ان کے ابا جان تو پہلے ہی عالم بالا کی طرف بھاگ چکے ہیں۔" محمود بولا۔

"ان کی تلوار بازی دیکھ کر وہ اپنی قبر سے نکل آئیں گے۔۔" فرزانہ بولی۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ارے باپ رے۔ پھر تو میں ہرگز تلوار نہیں چلاؤں گا، مجھے پستول تک ہی رہنے دو۔" فاروق نے گھبرا کر کہا، عین اسی وقت لاؤڈ سپیکر پر ایک آواز ابھری۔

"تم چاروں ہوٹل سے باہر نکل آؤ اور خود کو ہمارے کر دو، ورنہ اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔"

"لو بھئی! حملہ آور آ پہنچے۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا اور چاروں اپنے اپنے مورچے کی طرف دوڑ پڑے۔

○

"ہم ہوٹل سے باہر نکل کر خود کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے، تم شوق سے اینٹیں بجانا شروع کر دو، ذرا ہم بھی اینٹیں بجنے کی آوازیں سننا چاہتے ہیں، بہت عرصہ ہو گیا یہ آوازیں سنے، کان ترس گئے ہیں۔" فاروق نے اپنے مورچے سے منہ نکال کر بلند آواز میں کہا۔

اس کی آواز کی گونج چاروں طرف پھیلتی محسوس ہوئی، انسپکٹر جمشید اس کا جواب سن کر مسکرائے تھے، انہوں نے فوراً کہا۔

"فاروق! بہتر ہو گا کہ ان سے میں بات کروں۔"

"جی بہت بہتر!" اس کے منہ سے نکلا۔

وہ اس وقت ہوٹل کی چھت پر تھے، چاروں طرف دیواریں

تھیں اور ان دیواروں میں روشن دانوں جتنے چوکور سوراخ بنے تھے، ان سوراخوں کو انہوں نے مورچوں کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اگر یہ سوراخ نہ ہوتے تو انسپکٹر جمشید نچلی منزل کی کھڑکیوں یا روشن دانوں کو استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"ہم باہر آکر تم لوگوں سے مذاکرات کرنے کے لیے تیار ہیں، بشرطیکہ سر سہراب خود بات کرنے کے لیے سامنے آئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سر سہراب کو یہاں آنے کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت نہیں، تم جیسے چوہوں کو ہم ان کے پاس پہنچا دیا کرتے ہیں۔" نیچے سے آواز آئی۔

"لیجیے، اب ہم چوہے ہو گئے، گویا یہ بلیاں ہیں، خیر کوئی بات نہیں، میں بھی ان کے گلے میں گھنٹی باندھ دوں گا۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر تم لوگوں کو میری تجویز منظور نہیں، تو سر سہراب سے اس سوال کا جواب پوچھ کر بتا دو کہ وہ اس قصبے میں کیا کر رہا ہے، اس کا جواب سن کر شاید ہم لڑنے کا ارادہ ترک کر دیں۔"

"تم کوئی بات کہنے پر انہیں مجبور نہیں کر سکتے، اپنی مرضی سے وہ چاہے جو کچھ بتا دیں۔" نیچے سے آواز آئی۔

"ابا جان! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... ایک ذرا سی بات

پر یہ لوگ اتنے بڑے پیمانے پر ہمارے خلاف کارروائی کرنے پر کیوں تل گئے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"یہاں سر سہراب کے کسی آدمی کا حکم نہ ماننا ذرا سی بات نہیں، بہت بڑی بات ہے، ہم نے گنڈا خاں کا حکم نہیں مانا، اس ہوٹل کو خالی نہیں کیا، یہ بات آناً فاناً میں سارے قصبے میں پھیل گئی ہوگی، ان حالات میں اگر وہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرتا تو اس کا رعب داب تو خاک میں مل جاتا۔"

"لیکن اب آپ اس بات کو نیا رُخ دے رہے ہیں، آپ نے ان سے پوچھا ہے کہ وہ اس قصبے میں کیا کر رہا ہے، اس طرح تو ان کے کان اور کھڑے ہو جائیں گے۔" محمود نے کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ان کے کان بالکل کھڑے ہو جائیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"شاید آپ کو کھڑے کان بہت اچھے لگتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ارے! نیچے سے کوئی جواب نہیں آیا۔" فرزانہ بولی۔

"جواب کی باری ہماری ہے۔" محمود نے گویا یاد دلایا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے پھر نیچے کی طرف منہ کر کے چلائے: "سنو! اگر تم ہماری کوئی شرط ماننے پر تیار نہیں ہو تو پھر ہم بھی جنگ کے لیے تیار ہیں، لیکن جب تک تم

MALIK JI
25-Jul-14

MALIKJI
25-Jul-14

حملہ نہیں کرو گے، ہم حرکت میں نہیں آئیں گے اور جب ایک بار حملہ کر دیں گے تو پھر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔"

نیچے چند لمحے تک خاموشی طاری رہی، پھر اچانک کسی نے چلا کر کہا۔

"فائر!"

"سر نیچے کر لو۔" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے۔

گولیوں کی تڑ تڑ شروع ہو گئی، انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اوہو! یہ لوگ رائفلیں لے کر آئے ہیں۔"

"کیا آپ کا خیال تھا، تیر کمان لے کر آئیں گے۔" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں! میرا خیال تھا، صرف پستول لے کر آئیں گے، لیکن معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ بھی پوری تیاری کر کے آئے ہیں اور . . . اور . . ." انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

"ابا جان! اور سے آگے بھی کچھ کہیے، مجھے بے چینی محسوس ہو رہی ہے۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"جی ہاں اور کے فوراً بعد اسے بے چینی محسوس ہونے لگتی ہے۔" فاروق بولا۔

"اور اس کا مطلب ہے، ان لوگوں نے ہمیں پہچان لیا ہے، اور انہوں نے پہچانا صرف اس طرح ہے کہ میں نے جمال شاہ

پہ یہ واضح کر دیا تھا کہ میں پیتل کے مجسمے کو معمولی چیز نہیں سمجھتا۔ اس نے یہ رپورٹ فوراً سر سہراب تک پہنچائی ہو گی اور پھر جب وہ دوبارہ لائٹر کے سلسلے میں آیا تو اس نے سر سہراب کی ہدایت کے مطابق ہمیں بغور دیکھا ہو گا، اس نے ضرور ہمیں پہچان لیا ہو گا اور سر سہراب کو اطلاع دی ہو گی کہ مقابلے میں کون ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے ہمیں وہ خط بھیجا اور اب اپنے آدمیوں کو پوری تیاری سے بھیجا ہے۔" وہ کہتے چلے گئے، پھر بولے۔

"خیر دیکھا جائے گا . . . ہم جوابی فائرنگ کریں گے، لیکن ہماری کوشش یہ ہو گی کہ کسی کے گولی ایسی جگہ نہ لگے کہ وہ جان سے جائے۔"

"لیکن ابا جان! یہ کیسے ہو سکتا ہے، انہوں نے بھی باقاعدہ پوزیشن لے رکھی ہے۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"جب ہم کچھ دیر فائر نہیں کریں گے تو وہ مورچوں سے نکل آئیں گے اور ہوٹل میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھیں گے، اس وقت ہم ان کی ٹانگوں کا نشانہ لے سکیں گے۔"

اور یہی ہوا، ان کی طرف سے جوابی فائرنگ نہ ہونے پر سر سہراب کے آدمی زیادہ دیر تک مورچوں میں ڈٹے نہ رہ سکے، باہر نکل آئے اور ہوٹل کی طرف بڑھے۔

MALIK JI
25-Jul-14

"فائر!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

بیک وقت چار پستولوں سے چوبیس گولیاں نکلیں، فضا دل دوز چیخوں سے تھرا اٹھی اور انہوں نے دشمنوں میں بھگدڑ مچتے دیکھی، ان میں سے کچھ گر کر تڑپنے لگے، کچھ واپس اپنے مورچوں میں دبک گئے۔

"اب یہ کافی دیر تک حرکت میں نہیں آئیں گے، ہو سکتا ہے، ایک آدھ آدمی کو سر سہراب کی طرف دوڑا دیں اور اس سے ہدایت مانگیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس دوران ہم کیا کریں، کیوں نہ ہوٹل سے نکل جائیں۔" محمود نے کہا۔

"پہلے میں ان پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم سیدھی کھیر نہیں ہیں۔"

"بلکہ ٹیڑھی ہیں، لیکن ابا جان! یہ ہم انسانوں سے کھیر بن کیسے بدل گئے۔" فاروق مسکرایا۔

"محاورۃً بدل گئے ہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

دوسری طرف واقعی خاموشی طاری ہو گئی تھی، وہ اپنے پستول دوبارہ بھرنے لگے۔

"میرا خیال ہے، ہم میں سے کسی کی گولی نے کسی کی جان نہیں لی۔" محمود بولا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہو سکتا ہے، وہ کوئی اور منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

"پروا نہ کرو، ہم تیار ہیں۔"

ابھی ان کے الفاظ ختم ہوئے ہی تھے کہ آنسو گیس کے پندرہ بیس گولے چھت پر آ گرے۔

"گیس ماسک پہن لو۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا، دوسری ہی لمحے ان کے چہرے گیس ماسکوں کی حفاظت میں تھے۔

"اس کا مطلب ہے: پولیس بھی سر سہراب کی مدد کر رہی ہے اور حملہ آور دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں، سر سہراب کو پل پل کی خبر وائرلیس پر مل رہی ہے اور وہ انہیں ہدایات دے رہا ہے، پولیس بھی آس پاس ہی موجود ہے، اس کی ہدایت پر ہی انہوں نے آنسو گیس کے گولے پھینکے ہیں۔" انہوں نے فکر مند ہو کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے، سارا قصبہ سر سہراب کے ساتھ ہے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"عوام کے متعلق تو کچھ کہا نہیں جا سکتا، البتہ سرکاری مشینری پوری طرح سر سہراب کے ساتھ ہے۔" انہوں نے جواب دیا، پھر چند سیکنڈ تک سوچنے کے بعد بولے۔

"حالات اس سے کہیں زیادہ خوفناک ہیں، جتنے کہ میں سمجھا تھا،

MALIK JI
25-Jul-14

میرا خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ سرکاری ملازمین سرسہراب کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑائیں گے اور ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے، لیکن اب یہ بات ثابت ہے کہ وہ سرسہراب کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"پھر... اب آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"ہم مقابلہ جاری رکھیں گے، لیکن اب مقابلے کی صورت ذرا مختلف ہو گی۔" انہوں نے کہا اور مورچے سے ہٹ کر چھت پر رکھے سوٹ کیس پر جھک گئے، وہ جوں کے توں مورچوں پر موجود رہے، البتہ نیچے دیکھنے کے ساتھ ساتھ وہ ان کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔

انسپکٹر جمشید جلد ہی اٹھتے ہوئے نظر آئے، ان کے ہاتھ میں سائیکل میں ہوا بھرنے والے پمپ کی قسم کی کوئی مشین تھی۔

"اس مشین میں سے ایک مائع باریک دھار کی صورت میں دشمنوں کی طرف جائے گا، تم اس دھار پر فائر کرو گے۔" انہوں نے کہا۔

"جی! دھار پر فائر!" فاروق کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"ہاں! بس دیکھتے جاؤ۔"

یہ کہہ کر انہوں نے سب سے پہلے اپنے مورچے سے دھار

ماری اور محمود کو اشارہ کیا، محمود کو اپنے مورچے سے دھار صاف نظر آئی، اس نے اس پر فائر کیا، فوراً ہی بجلی کی کڑک کی آواز پیدا ہوئی اور انہوں نے دیکھا، دشمنوں کے سروں پر آگ برس رہی تھی، یہ آگ جونہی نیچے گری، چیخیں بلند ہوئیں اور ساتھ ہی جھاڑیوں وغیرہ نے آگ پکڑ لی۔ دشمن بوکھلا کر بھاگا، اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید، محمود والے مورچے پر پہنچ کر دھار مار چکے تھے، اور فاروق ان کے مورچے میں جا کر فائر کر چکا تھا، دشمن جو بھاگ کر اسی طرف جا رہا تھا، اس طرف بھی آگ برستی دیکھ کر تیسری طرف بھاگا، اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید ادھر بھی پہنچ چکے تھے۔

جلد ہی ہوٹل کے چاروں طرف آگ کے شعلے اٹھتے نظر آئے، انہوں نے ہاتھ روک لیے اور تماشہ دیکھنے لگے، جلد ہی آگ بجھانے والی گاڑیوں کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگیں، آگ پر جلد ہی قابو پا لیا گیا اور پھر ایک نئی بات ہوئی۔

پٹرول کی بُو نے انہیں چکرا کر رکھ دیا۔

"ابا جان! یہ لوگ ہوٹل کے چاروں طرف پٹرول چھڑک رہے ہیں۔" فاروق چلّایا۔

"ہاں! شاید یہ لوگ ہوٹل کو آگ لگا دینا چاہتے ہیں، تاکہ ہم جل کر کباب ہو جائیں گے۔" انہوں نے کہا۔

"چلیے! کباب کھائے دن بھی تو بہت ہو گئے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

MALIK JI
25-Jul-14

"تم ہی کھانا اپنے کباب۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آگ لگائی جانے والی ہے، آؤ ہم بستر بوریا سمیٹ لیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن ابا جان! ہمارے پاس بستر کہاں، بوریا یہاں کہاں، گھر میں تو ضرور ہو سکتا ہے۔" فاروق بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"اگر بوریا بستر نہیں ہے تو اس سوٹ کیس کو سمیٹ لو۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"جی بہت اچھا!" تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا اور وہ جلدی جلدی چیزیں سوٹ کیس میں رکھنے لگے۔

"شکر ہے، آپ نے آگ کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا تھا، ورنہ اس وقت ہمارا کیا بنتا۔" محمود نے پُر حسرت لہجے میں کہا۔

"آملیٹ!" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"تم سے کس نے پوچھا ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اچھا چلو تم ہی بتا دو، اس صورت میں ہمارا کیا بنتا۔" فاروق مسکرایا۔

"میں جانتا تھا، ہوٹل میں ہم پر کس کس رُخ سے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو فوراً ہی آگ لگانے پر اتر آئے، ورنہ میں نے تو دستی بموں سے حملے کی صورت میں بھی بچاؤ کا سامان کر رکھا تھا، اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کیا تھا، خیر... آؤ اب چلیں، ہمیں

اس طرح نکلنا ہے کہ ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو، کانوں کان پتا نہ چلے۔" انہوں نے کہا اور سوٹ کیس خود اٹھا لیا، تینوں خالی ہاتھ تھے، پستول انہوں نے جیبوں میں رکھ لیے تھے، ایک مورچے میں سے انسپکٹر جمشید نے جھانک کر دیکھا اور فوراً پیچھے ہٹ آئے۔

"اب ہمارے پاس وقت بالکل نہیں، وہ آگ لگانے ہی والے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ہوٹل کی پچھلی دیوار کی طرف آئے، یہاں نائیلون کی ڈوریاں بندھی تھیں اور ان کا سلسلہ ہوٹل سے کچھ فاصلے پر لگے درختوں تک چلا گیا تھا، ڈوریاں بالکل تنی ہوئی تھیں۔

"پچھلی طرف سر سہراب کے آدمی بہت کم ہیں، تاہم کسی کی نظر ہم پر پڑ بھی جائے تو اس کے فائر کرنے سے پہلے فائر کرنا ہوگا، یہ کام میں نہیں کر سکوں گا، کیونکہ میرے ایک ہاتھ میں سوٹ کیس ہوگا اور دوسرا رسی پر۔"

"آپ فکر نہ کریں ابا جان! یہ کام ہم خود کر لیں گے۔" محمود نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"اور کیا، ایک ہاتھ سے ہم رسی پر لٹکے ہوں گے اور دوسرے سے فائر کر رہے ہوں گے، ایسے میں کوئی فلم ساز یہ منظر کیمرے میں محفوظ کر لے تو دھوم مچ جائے... کیا کسی انگریزی فلم میں بھی ایسا سین دیکھنے میں آیا ہوگا۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ویسے ابا جان! اگر آپ چاہیں تو آپ بھی ایک ہاتھ میں پستول سنبھال سکتے ہیں۔" فرزانہ بول پڑی۔

"جی ہاں! اس کے لیے آپ کو بس اتنا کرنا ہو گا کہ اس سوٹ کیس کو دانتوں میں دبانا ہو گا، جب کہ سوٹ کیس صرف بیس پچیس کلو گرام ہو گا۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"نہیں! انہیں سوٹ کیس دانتوں میں دبانے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت خوب! تمہارے ذہن میں آنے والی ترکیب میں نے بھانپ لی۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا اور ایک رسی کا بندھا ہوا سرا کھولنے لگے، انہوں نے سوٹ کیس اس میں پرو دیا اور رسی پھر وہیں باندھ دی، سوٹ کیس تو تیر کی طرح نیچے کی طرف چلا، کیونکہ درخت دیوار سے بہت نیچا تھا۔

"کس قدر شاندار ترکیب تھی، میرے ذہن میں نہ آئی۔" فاروق نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔ "نہ جانے ان ترکیبوں نے فرزانہ کے دماغ کو ہی کیوں نشانہ بنا لیا ہے۔"

"تمہارے ذہن میں ادھر ادھر کی باتیں جو بھری رہتی ہیں، کوئی ترکیب بے چاری آئے بھی تو کیسے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اب باتیں بند۔۔۔"

ان کے الفاظ کے ساتھ ہی نیچے ایک دھماکا ہوا اور چاروں طرف آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، ساتھ ہی ایک شور اٹھا، شاید سہراب

کے آدمیوں نے نعرہ لگایا تھا، کامیابی کی خوشی میں لگایا جانے والا یہ نعرہ بے ہنگم سا تھا۔

"چلو فاروق اپنی رسی پر اس سوٹ کیس کے نقش قدم پر چلو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی بہت اچھا! ویسے اس موقع پر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنے حیرت انگیز نقش قدم کبھی نہیں دیکھے جو نظر ہی نہ آئیں۔"

"بھئی یہ ہوائی نقش قدم ہیں۔" فرزانہ بولی۔

فاروق نے دائیں ہاتھ میں پستول لیا، بایاں ہاتھ رسی پر جمایا اور نیچے لٹک گیا، اس کا ہاتھ خود بخود درخت کی طرف گھسٹنے لگا۔۔۔ وہ بھی سوٹ کیس کی طرح درخت کی طرف جانے لگا۔

"آ جاؤ فرزانہ۔۔۔ بہت مزا آ رہا ہے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"نیچے نظر رکھو، کسی دشمن کی نظر اوپر اٹھ گئی تو ہم مشکلات میں گھر جائیں گے اور سارا پروگرام دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"پروگرام؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں؟ میں بتا چکا ہوں اور اب پھر واضح لفظوں میں کہے دیتا ہوں کہ یہاں آنا سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور اب تک منصوبے

MALIK.JI
25-Jul-14

پر میری مرضی کے عین مطابق عمل ہوا ہے، چلو جلدی کرو۔"
محمود اور فرزانہ حیران رہ گئے۔ لیکن اب وقت ضائع کرنے کی گنجائش نہیں تھی، آخر فرزانہ نے دوسری رسی پکڑی، اور نیچے کی طرف چلی۔ اتنی دیر میں فاروق درخت تک پہنچ چکا تھا، جب فرزانہ اس کے پاس پہنچی تو وہ مزے سے ایک شاخ پر بیٹھا تھا۔

"کاش! یہ درخت پھل دار ہوتا، تمہارے یہاں پہنچنے سے پہلے میں کئی پھل کھا چکا ہوتا۔" اس نے کہا۔

"تو پتے کھانے شروع کر دو۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"یہ شوق تمہیں کو مبارک! میں اتنے پرانے زمانے کا نہیں جب لوگ پتے کھا کر گزارا کرتے تھے۔" فاروق نے کہا۔

درخت ہوٹل سے کافی فاصلے پر تھا، یہاں سے وہ دشمنوں کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ آگ کے الاؤ کی وجہ سے ان کے چہرے دہک رہے تھے اور وہ جلتے ہوئے ہوٹل کو خوشی کے عالم میں دیکھ رہے تھے، صرف دس سیکنڈ بعد محمود بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔

"تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، نیچے کیوں نہیں اترتے۔" اس نے آتے ہی کہا:

"ابا جان کو آ لینے دو۔"

"وہ آنے کے بعد فوراً درخت سے نیچے اترنے کا حکم دیں گے، کیوں نہ ہم پہلے ہی اترنا شروع کر دیں، ابھی تک دشمنوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی، کسی نے نظر اوپر اٹھا کر نہیں دیکھا۔۔۔۔ یہ سب تو اس خیال میں مگن ہیں کہ بس اب ہم اندر جل کر کوئلہ ہو جائیں گے"۔۔۔۔۔ محمود کہتا چلا گیا۔

"اور یہ اس کوئلے کو کام میں لانے کے بارے میں سوچ رہے ہوں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"تمہارا مطلب ہے، انسانی کوئلے کو۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! سنا ہے، حیرت انگیز طور پر مفید ہوتا ہے۔" فاروق نے شریر انداز میں کہا۔۔۔۔۔ اور نیچے اترنے لگا۔۔۔۔ ایسے میں بھی اس کے دائیں ہاتھ میں پستول تھا، اتنے میں وہ نیچے اترتے انسپکٹر جمشید درخت پر پہنچ کر سوٹ کیس رسی میں سے نکال چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ درختوں کی آڑ لیتے ہوئے ایک

سمت میں چل رہے تھے، اور لمحہ بہ لمحہ ہوٹل سے
دور ہوتے جا رہے تھے، آگ کے شعلے بلند سے
بلند تر ہوتے جا رہے تھے اور چڑ پڑ اور چڑ چڑ کی
آوازیں ابھی تک ان کے کانوں میں آ رہی تھیں۔

MALIK JI
25-Jul-14

تاریک محل، روشن کمرہ

فیروز آباد کے ہر گھر کا دروازہ بند تھا، کھڑکیاں
بھی بند تھیں، آج کی رات سر سہراب کا یہ حکم پوری آبادی کو
سنا دیا گیا تھا کہ رات کو کسی کے گھر کا دروازہ کھلا نہ ملے، شاید
اسے ڈر تھا کہ اس کے دشمن ہوٹل سے نکل کر کہیں پناہ نہ
لے لیں، انسپکٹر جمشید یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ تمام دروازے
بند ہیں، اس کے باوجود وہ چلے جا رہے تھے، محمود، فاروق اور
فرزانہ ان کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے۔

"ابا جان! ہم کہاں جا رہے ہیں؟" آخر فرزانہ سے رہا نہ گیا،
پوچھ ہی بیٹھی۔

"تمہارے خیال میں ہم کہاں جا سکتے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"جانے کو تو ہم اپنے گھر بھی جا سکتے ہیں، اسٹیشن یہاں
سے دور نہیں ہے اور کوئی گاڑی بھی مل ہی جائے گی۔" فرزانہ
کی بجائے فاروق نے کہا۔

"پہلے تو فاروق کو گاڑی میں بٹھا آیئے۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

«ابھی ابھی تو رسیوں پہ سفر کیا ہے، اتنی جلدی دوسرے سفر کی کیا پڑ گئی۔» محمود بولا۔

«میرے خیال میں تو پورے قصبے میں کوئی ایسا گھر نہیں ہے، جس میں ہم پناہ لے سکیں۔» فرزانہ بولی۔

«اور تمہارا کیا خیال ہے محمود۔» انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر پوچھا۔

«میرا بھی یہی خیال ہے۔» اس نے فرزانہ کا ساتھ دیا۔

«بہت خوب! رہ گیا فاروق تو اس نے پہلے ہی اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے کہ جانے کو تو ہم اپنے گھر بھی جا سکتے ہیں۔» انسپکٹر جمشید بولے۔

«ٹھہریے ابا جان! اگر آپ اس قصبے کی حد تک معلوم کرنا چاہتے ہیں تو میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ دنیا میں نیک دل لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں، بے شک سر سہراب نے لوگوں کو اپنے دروازے بند کر لینے کا حکم دے رکھا ہے، لیکن کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ تو مل ہی جائے گا جو ہمیں پناہ دے دے گا...» اس نے کہا۔

«ویسے ابا جان! سر سہراب کے بارے میں ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔» محمود بول پڑا۔

«ارے تو کیا باقی باتیں سمجھ میں آ گئی ہیں۔» فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

«ہاں! تم ہر بات میں ٹانگ نہ اڑایا کرو۔»

«اچھا!» فاروق نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

«ہاں تو اس کے بارے میں کیا بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔» انسپکٹر جمشید نے محمود سے پوچھا۔

«انگریزوں کے جانے کے بعد وہ غائب کیوں ہو گیا تھا۔»

«اس نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اور بدلے میں اسے جاگیر مل گئی تھی، لیکن انگریزوں کے جانے کے بعد لوگ اس سے نفرت کرنے لگے، اس کے خلاف ہو گئے، یہاں تک اس کے پیچھے پڑے کہ اسے غائب ہوتے ہی بنی۔»

«تب پھر اس نے دوبارہ نمودار ہونے کی جرائت کس طرح کی۔»

«اب وہ بہت طاقت ور ہو کر سامنے آیا ہے، بلکہ سامنے تو آیا ہی نہیں، صرف اس کا نام سننے میں آنے لگا ہے، یوں بھی تیس سال پہلے کے لوگ جو اس کے خلاف ہو گئے تھے اب کہاں ہوں گے، کوئی کہیں ہو گا تو کوئی کہیں... اس لیے اسے ان کی طرف سے اب کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور پھر اب تو وہ اس قدر طاقت ور ہو گیا ہے کہ لوگ اس سے ڈرنے لگے ہیں، اس قصبے میں اب اس کا حکم چلتا ہے، سرکاری افسر تک اس کا دم بھرتے ہیں۔»

MALIK JI
25-Jul-14

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں کر ہو گیا۔"
محمود نے بے چین ہو کر کہا۔
"یہ ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے، فکر نہ کرو۔" انہوں نے کہا۔
"ارے! وہ بات تو درمیان میں ہی رہ گئی، فاروق نے اپنا
خیال ظاہر کیا تھا کہ کوئی نیک دل آدمی ہمیں پناہ دے دے
گا، کیا ہم واقعی کسی کے گھر میں پناہ لیں گے۔" فرزانہ نے
چونک کر کہا۔
"نہیں! میری سکیم تو کچھ اور ہی ہے، سامنے دیکھو ..... تم
سمجھ جاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔
انہوں نے چونک کر نظریں اٹھائیں، آسمان پر تاروں کی
روشنی میں انہیں ایک محل کسی دیو کی طرح کھڑا نظر آیا، اس کے
گنبد اور مینارے آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دے رہے تھے،
وہ مکمل طور پر تاریکی کی لپیٹ میں تھا۔ اس کی کسی کھڑکی سے
روشنی کی کوئی کرن چھن کر باہر نہیں آ رہی تھی۔

○

"تو کیا یہی سر سہراب کا محل ہے؟" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔
"ہاں! اس وقت ہم اس محل کے علاوہ جا بھی کہاں سکتے ہیں۔"
انہوں نے کہا۔

"بہت خوب! لیکن آپ کو محل کا راستہ کس طرح معلوم ہوا۔"
محمود نے پوچھا۔
"یہاں آنے سے پہلے میں نے صرف سر سہراب کے بارے میں مکمل
طور پر معلومات حاصل کی تھیں، بلکہ اس کے محل اور محل کے راستے
کے بارے میں بھی معلوم کر لیا تھا، اکرام کی مدد سے میں فیروز آباد
کا ایک نقشہ بھی حاصل کر چکا ہوں اور اس وقت پورے قصبے
کے راستے میرے ذہن میں نقش ہیں۔" انہوں نے بتایا۔
"بہت خوب! لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔" فرزانہ
نے کہا۔
"ہوتا ہے تو ہونے دو، محل کی طرف قدم بڑھاؤ، وقت بہت
نازک ہے۔" محمود نے کہا۔
"وقت بے چارہ ہمیشہ سے ہی نازک چلا آیا ہے، نہ جانے
یہ کب طاقت ور ہو گا۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔
"بھئی پہلے فرزانہ کا سوال تو سن لو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے، وہ
لمحہ بہ لمحہ محل سے قریب ہوتے جا رہے تھے، دور دور تک
کوئی انسان تو کیا جانور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔
"جی بہت اچھا، سناؤ فرزانہ اپنا سوال، ہم انشاء اللہ اسے
پورا کریں گے۔" فاروق نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔
"میرا سوال تم سے نہیں، اور نہ تم اس کا جواب دے سکو

گے، رہا سوال پورا کرنے کا سوال تو میں کوئی بھکاری نہیں، جس کا تم سوال پورا کرو گے۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"بھئی بہت اچھے، کتنا کھرا جواب ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی۔

"جی ہاں! پلاٹینم جتنا کھرا تو ہوگا ہی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"فرزانہ تمہارا سوال پھر رہ گیا۔" محمود بولا۔

"ہاں ابا جان! سوال یہ ہے کہ آپ مکمل طور پر منصوبہ بنا کر گھر سے روانہ ہوئے ہیں، لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی تھی کہ ہوٹل کے ہال میں اس وقت گنڈا خان اور جمال شاہ موجود ہی ملیں گے۔"

"اچھا سوال ہے، جو معلومات میں نے حاصل کی تھیں، ان میں یہ بات بھی تھی کہ ہوٹل بنجاباں سرسہراب کے آدمیوں کا گڑھ ہے، دوسرے لفظوں میں وہ اس کا خاص اڈا ہے، کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا، جب وہاں اس کا کوئی آدمی موجود نہ ہو، باقی رہا جمال شاہ کا مسئلہ، تو وہ میرے پروگرام میں شامل نہیں تھا، وہ موجود نہ ہوتا تو میں تمہیں کسی اور آدمی کی جیب صاف کرنے کا اشارہ کرتا، بات اس طرح بھی سرسہراب تک تک ضرور پہنچتی، لیکن یہ ایک شاندار اتفاق تھا کہ ہم نے جیب بھی ایک ایسے آدمی کی صاف کی جو سرسہراب کا خاص آدمی

ہے۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے۔

"خاص آدمی!" تینوں چونکے۔

"ہاں! پٹیل کے مجسمے صرف سرسہراب کے خاص آدمیوں کو دیے جاتے ہیں۔" انہوں نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا اور وہ تینوں حیرت زدہ رہ گئے۔

اور اس وقت انہوں نے دیکھا، وہ محل کے بالکل سامنے پہنچ چکے تھے۔

"صدر دروازہ بند ہوگا، پہلے ہم اسے کھولنے کی کوشش کریں گے اور ناکامی کی صورت میں فاروق کے ذمے یہ کام لگایا جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی طرح محل کے اندر داخل ہو جائے۔"

"آپ فکر نہ کریں ابا جان! چاہے مجھے ستاروں پر کمند ڈال کر کیوں نہ اندر داخل ہونا پڑے، میں ایسا کر کے دکھاؤں گا۔"

"خوب! ستاروں پر کمند ڈالنے کے خیال کا بھی جواب نہیں کہیں آج تم تینوں میں کسی ادبی شخصیت کی روح تو داخل نہیں ہو گئی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن ابا جان! ہم تینوں میں ایک روح کس طرح داخل ہو سکتی ہے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"روح نے اپنے آپ کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا ہوگا۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"آج تک تو سنا نہیں کہ کسی روح نے ایسا کوئی کارنامہ انجام دیا ہو، ہاں تمہاری روح شاید ایسا کر سکے۔" محمود نے جھنجھلا کر کہا۔

"لیکن میری روح میرے ہی جسم میں کیوں داخل ہوگی... ایسی صورت میں اسے نکلنے کی کیا ضرورت۔" فاروق مسکرایا۔

"صدر دروازہ بند ہے... اندر ضرور سر سہراب موجود ہے اور یہی میرا خیال ہے کہ اپنے تمام آدمیوں کو ہمارے مقابلے میں بھیج کر وہ محل میں تنہا رہ جائے گا، اب تم لوگ دبی آواز میں بات کرو گے یا خاموش رہو گے۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"خاموش رہنا تو فاروق کے بس کا روگ نہیں۔" فرزانہ بھی دبی آواز میں بولی۔

"چلو تمہارے بس کا روگ تو ہے نا۔" فاروق نے کہا۔

"فاروق محل کے پچھلے حصے کا جائزہ لو اور دیکھو کہ تمہارے اندر داخل ہونے کے امکانات کتنے فیصد ہیں، تاروں پر کمند ڈالے بغیر کام چل جائے گا یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید سنجیدہ لہجے میں بولے۔

اور چاروں نے پچھلے حصے کا رُخ کیا، محل کی پچھلی دیوار اگرچہ زیادہ اونچی نہیں تھی، لیکن اس پر کوئی پائپ وغیرہ نہیں تھا، البتہ پانی کے نکاس کے لیے نالیاں ضرور بنی ہوئی تھیں،

جو فاروق کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھیں، اس نے مایوسانہ انداز میں سر ہلایا اور بولا۔

"اس کے ذریعے ہی اوپر چڑھنا ہوگا، آپ آنکڑہ تو ساتھ لائے ہوں گے۔"

"ہاں! تم فکر نہ کرو، میں ہر ضروری چیز ساتھ لایا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ زمین پر بیٹھ گئے، انہوں نے سوٹ کیس کھول لیا اور ٹارچ کی روشنی میں اندر سے مضبوط رسی اور آنکڑہ نکالا، لوہے کے آنکڑے میں رسی کا سرا باندھا اور پھر تاک کر ایک مینارے پر پھینکا، آنکڑے کے ٹکرانے سے ہلکی سی آواز پیدا ہوئی، انسپکٹر جمشید نے رسی کو کھینچ کر دیکھا، لیکن آنکڑہ نیچے چلا آیا، وہ اٹک نہیں سکا تھا، وہ بھی ہمت ہارنے والے نہیں تھے، دوبارہ ذرا مختلف زاویے سے آنکڑہ پھینکا... اس مرتبہ وہ پھنس گیا، اس نے پورا زور لگا کر اطمینان کر لیا اور پھر رسی فاروق کو دیتے ہوئے بولے۔

"اب تمہارا کام شروع ہوتا ہے۔"

"کیا میں اندر جا کر صدر دروازہ کھولوں۔" اس نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے، صدر دروازہ تلاش کرنے میں تمہیں دقت ہو، ہمارے پاس رسی کی سیڑھی موجود ہے، بس تم اوپر جا کر سیڑھی کے ہک پھنسا دینا۔" انہوں نے کہا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"بہت خوب! لیکن میں سیڑھی اوپر کیسے لے جا سکوں گا۔"
اس نے پوچھا۔

"اس کی ضرورت نہیں، جب تم اوپر چڑھ جاؤ گے تو میں رسی کی سیڑھی اس سے باندھ دوں گا۔"

"لیکن کیا اس کام میں وقت نہیں لگ جائے گا، اس سے یہ بہتر ہو گا کہ آپ تینوں بھی رسی کے ذریعے ہی اوپر آ جائیں۔"

"میں حساب لگا چکا ہوں، اس طرح ہم چاروں کو جوتے اتارنے اور پھر پہننے پڑیں گے اور اس میں نسبتاً زیادہ وقت لگے گا... جب کہ سیڑھی لٹکنے کی صورت میں ہم آن کی آن میں اوپر پہنچ جائیں گے۔"

"بہت خوب! تو پھر میں چلا۔"
فاروق نے کہا اور بندروں کی سی تیزی سے رسی پر چڑھنے لگا۔

"کاش! ہم بھی اتنی ہی تیزی سے چڑھ سکتے، نہ جانے یہ مہارت اس نے کس طرح حاصل کر لی۔" فرزانہ نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"ہر انسان میں کچھ پیدائشی خوبیاں ہوتی ہیں، فاروق شاید یہ خوبی لے کر پیدا ہوا ہے، اتنی تیزی سے تو میں بھی نہیں چڑھ سکتا۔"

"مجھے تو اس بندروں والے کام سے یوں بھی دل چسپی نہیں۔"
محمود نے کہا۔

فاروق نے اس کا جملہ سن لیا، وہ اوپر سے ہی بھنا کر بولا۔

"تمہیں دل چسپی لینے کے لیے کہہ بھی کون رہا ہے۔" اور وہ مسکرا کر رہ گئے، اتنی دیر میں فاروق اوپر پہنچ چکا تھا۔

چند منٹ بعد وہ رسی کی سیڑھی کی مدد سے محل کی چھت پر پہنچ چکے تھے، یہ ایک طویل و عریض چھت تھی، ایک مینار میں انہیں نیچے جانے کا زینہ نظر آیا، لیکن زینہ دوسری طرف سے بند تھا، انہیں کیا پروا ہو سکتی تھی، ان کے پاس تو رسی کی سیڑھی تھی، انہوں نے سیڑھی اندر کی طرف لٹکا دی اور اس کے ذریعے نیچے اتر آئے، نیچے اتر کر انہوں نے ادھر اُدھر دیکھا، ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی، باقی سارا محل تاریک پڑا تھا اور اس روشن کمرے سے کسی کی آواز اُبھر رہی تھی۔

وہ دبے پاؤں اس دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

○

MALIK.JI
25-Jul-14

موت جھپٹتی ہے

کمرے کا دروازہ بند تھا، البتہ اس کے ساتھ ہی ایک کھڑکی کھلی تھی، کھڑکی میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں، وہ سلاخوں کے پاس کھسک آئے، انہوں نے دیکھا، ان کی طرف کمر کیے ایک شخص اندر گدے دار کرسی پر بیٹھا تھا، اس کے سامنے دیوار میں کچھ آلات لگے ہوئے تھے، ان آلات میں وائرلیس قسم کا بھی ایک آلہ تھا، اس کا منہ اس آلے کے قریب تھا اور وہ اس میں کہہ رہا تھا۔

"وہ چاروں بہت خطرناک لوگ ہیں، جب تک پورا ہوٹل راکھ اور ملبے کا ڈھیر نہیں بن جاتا، اس وقت تک ان کی موت کا یقین نہیں کیا جا سکتا اور میں ان کی موت کا یقین کرنا چاہتا ہوں . . . . تم لوگوں کو ملبے میں سے ان کی جلی ہوئی لاشیں نکالنا ہوں گی۔"

"ہوٹل کے تمام حصے آگ پکڑ چکے ہیں، آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے، ان حالات میں ان کے بچ جانے کا

امکان ایک فیصد بھی نہیں۔" کمرے میں آواز گونجی، یہ آواز اس آلے میں سے آئی تھی۔

"جب تک میں ان کی لاشیں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، مجھے یقین نہیں آئے گا، ان کی لاشیں یہاں محل میں لانا ہوں گی۔"

"آخر ان کے بارے میں اتنا فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تم نہیں جانتے، وہ کون لوگ ہیں۔" کمرے میں موجود آدمی نے کہا۔

"آخر آپ بتا کیا نہیں دیتے؟"

"جب تم ان کی لاشیں لے آؤ گے، اس وقت بتاؤں گا، آگ بدستور بھڑکتی رہنی چاہیے، اب میں آدھ گھنٹے بعد رابطہ قائم کروں گا، اس دوران کوئی محل کی طرف آنے کی کوشش نہ کرے۔"

"بہت بہتر جناب!" کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔

ابھی تک وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکے تھے، چہرہ دیکھنے کے لیے وہ بری طرح بے چین تھے، مصیبت یہ تھی کہ کمرے کا دروازہ بند تھا اور کھڑکیوں میں لوہے کی سلاخیں تھیں، وہ اندر داخل ہوتے تو کس طرح . . . آخر انسپکٹر جمشید نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود کمرے کے دروازے پر

MALIK JI
25-Jul-14

آئے، اندر موجود آدمی نے اب اپنی کمر کرسی سے لگا لی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا ہو، دروازے پر پہنچ کر انسپکٹر جمشید نے اپنی انگلی سے دروازے پر دستک دی۔

اندر موجود آدمی کو محمود، فاروق اور فرزانہ نے اچھلتے دیکھا، لیکن اس کا منہ اب بھی ان کی طرف نہیں ہوا تھا، پھر اس کے ہاتھ حرکت میں آئے، دونوں ہاتھ سر کی طرف گئے اور جب وہ دروازے کی طرف مڑا، انہیں اس کے چہرے پر نقاب نظر آیا، اس کے قدم دروازے کی طرف اٹھنے لگے، وہ انتظار کرتے رہے کہ وہ پوچھے، دروازے پر کون ہے، لیکن اس کی آواز ان کے کانوں سے نہ ٹکرائی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے اگر اسے دیکھ لیا تھا تو وہ بھی انہیں کھڑکی میں کھڑے دیکھ چکا تھا، دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے مڑا اور آلے کا بٹن دبا کر بولا۔

"ہیلو! گنڈا خاں... یہ تم ہو... تم سب ایک دم گدھے ہو، بدبختو! وہ محل کے اندر پہنچ چکے ہیں اور تم کہتے ہو، جل بھن کر راکھ ہو چکے ہیں، فوراً سب کے سب ادھر آؤ۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی، انسپکٹر جمشید نے تیز آواز میں کہا۔

"دروازہ کھولو، ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی، انسپکٹر جمشید کو یک دم

خطرے کا احساس ہوا، انہوں نے سوچا، ہوٹل اور محل کا درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں، ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھی یہاں پہنچ جائیں اور ہم گھر جائیں، وہ چلائے۔

"محمود، فاروق، فرزانہ یہاں آ جاؤ، میں دروازہ توڑنے لگا ہوں، تم پستول اپنے ہاتھوں میں لے لو۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے پیچھے ہٹ کر دروازے کو ٹکر رسید کی، لیکن دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں، دوسری اور تیسری ٹکر بھی بے کار گئی، محمود، فاروق اور فرزانہ انہیں بے بسی کے عالم میں دیکھ رہے تھے، یوں لگتا تھا جیسے سارا منصوبہ چوپٹ ہو گیا ہے۔

"ابا جان! کیا ہم کوئی مدد کر سکتے ہیں۔" فرزانہ بے چین ہو کر بولی۔

"جب میری ٹکر کام نہیں کر رہی، تو تم کیا کر سکو گے..." انسپکٹر جمشید نے چوتھی ٹکر رسید کرتے ہوئے کہا۔

"کیا سوٹ کیس میں کوئی ایسی چیز نہیں۔"

"اوہ! افسوس پہلے کیوں خیال نہ آیا۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے سوٹ کیس کی طرف جھپٹے، اسے کھولا اور پھر اس میں آتش بازی کے پٹاخوں کی قسم کا ایک گولا نکالا، اس میں سے بارود لگا ایک لمبا سا دھاگا نکلا ہوا تھا، انہوں نے گولا دروازے

کی چوکھٹ پر رکھ دیا اور دھاگا لیے دور چلے آئے، پھر جیب
سے لائٹر نکال کر اسے آگ دکھا دی، آگ تیزی سے گولے کی
طرف بڑھنے لگی۔

"پیچھے ہٹ جاؤ۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

اور وہ صحن میں پیچھے ہٹتے چلے گئے، اچانک زوردار دھماکا
ہوا اور دروازے کے پرخچے اُڑ گئے ٹکڑے دور دور تک پہنچے
اور کئی ان کے جسموں سے ٹکرائے مگر وہ زخمی ہونے سے بچ گئے۔
انسپکٹر جمشید نے تمام احتیاطوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے
کے اندر چھلانگ لگا دی، محمود، فاروق اور فرزانہ نے بھی ان کا
ساتھ دیا، لیکن دوسرا لمحہ ان چاروں کو چونکا دینے کے لیے
کافی تھا۔

کمرے میں اس آدمی کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔
ابھی وہ حیرت کا بت بنے کھڑے تھے کہ لاؤڈ سپیکر پر آواز
سنائی دی۔

"محل کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے، تم ہوٹل خیابان
سے ضرور بچ نکلے تھے، لیکن یہاں سے بچ نکلنا ناممکن ہے، خود
کو ہمارے حوالے کر دو۔"

MALIK.JI
25-Jul-14

چند سیکنڈ کے لیے موت کی خاموشی طاری ہو گئی، انہوں نے
ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کمرے میں اس ایک کرسی کے
علاوہ کوئی فرنیچر نہیں تھا، تین الماریاں ضرور تھیں، لیکن اندر
سے وہ بھی خالی تھیں۔ اندر موجود آدمی سرسہراب کے علاوہ کون
ہو سکتا تھا، لیکن اب وہ اس طرح غائب تھا جیسے گدھے کے
سر سے سینگ۔ انہوں نے تیزی سے نظریں اِدھر اُدھر گھمائیں
مگر وہ کوئی ننھی سی چیز تو نہیں تھا جو کسی کونے کھدرے میں چھپ
جاتا، اسی لمحے انہوں نے اپنے دلوں کی دھڑکنیں صاف طور پر
سنیں، ایسے میں فرزانہ کی آواز کمرے میں ابھری۔

"ابا جان! کیا ہم ابھی تک پروگرام کے مطابق چل رہے
ہیں یا پروگرام گڑبڑ ہو گیا۔"

"یہاں آکر پروگرام نے ایک نئی صورت اختیار کر لی ہے، مجھے
اس کی امید نہیں تھی۔" انسپکٹر جمشید فکر مند لہجے میں بولے۔

"یعنی آپ کے خیال میں سرسہراب یہاں سے فرار نہیں ہو سکتا
تھا۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! میرا خیال تھا کہ وہ محل میں ہی رہتا ہے... لیکن
اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس کی رہائش کہیں اور ہے،
یہاں تو وہ ضرورت پڑنے پر آجاتا ہے اور اس کمرے میں
آنے کی کسی کو اجازت نہیں ہو گی، وہ اسی خفیہ راستے...

MALIK JI
25-Jul-14

سے آتا ہوگا اور چلا جاتا ہوگا، جس سے اب گیا ہے۔"

"اب ہم کیا کریں گے۔" فاروق نے پوچھا۔

"اب حالات کا سامنا کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور بغور کمرے کا جائزہ لینے لگے۔

"اگر ہمیں وہ خفیہ راستہ مل جائے تو ہم بال بال بچ جانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، ورنہ سخت مشکل میں گھر جائیں گے، ہوٹل خیابان میں تو ہم نے ہر طرح انتظامات پہلے ہی کر لیے تھے، لیکن یہاں ہم تقریباً بے بس ہیں، خیر تم بھی کوشش کرو اور میں بھی، ہمیں ایک دو منٹ کے اندر اندر وہ راستہ تلاش کرنا ہے جس سے سہراب فرار ہوا ہے، راستہ مل جانے کی صورت میں ہو سکتا ہے، ہم اسے پھر جا لیں۔"

چاروں کمرے کی دیواروں کو ٹھوک بجا کر دیکھنے لگے، اسی وقت باہر سے آواز آئی۔

"ہم دروازہ توڑنے لگے ہیں، اب بھی وقت ہے، باہر نکلنے کا اعلان کر دو۔"

"خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہو۔" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے

انہوں نے ایک ایک دیوار، فرش، چھت اور الماریوں کو دیکھ بھال ڈالا، لیکن خفیہ راستے کا کوئی سراغ نہ ملا، دوسری

طرف دروازے پر کوئی بہت بھاری چیز بار بار ماری جا رہی تھی، شاید وہ لوگ کوئی بھاری شہتیر اٹھا لائے تھے اور سب مل کر اسے دروازے پر مار رہے تھے، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ صدر دروازہ کوئی دم میں ٹوٹنے والا ہے۔

ان کی مایوسی لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی، آخر انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرا خیال ہے، ہمیں مقابلے کی تیاری کر لینی چاہیے۔"

"لیکن ابا جان! ہم اتنے مسلح آدمیوں کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے؟" فاروق نے کہا۔

"مقابلہ کرتے ہوئے جان تو دے سکتے ہیں، بزدلوں کی موت مرنا مجھے پسند نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کا کیا پروگرام ہے؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم چھت پر چڑھ کر ان کا مقابلہ کریں گے اور اگر موقع مل گیا تو اسی کی سیڑھی کے ذریعے جنگل تک پہنچ جائیں گے... ایک بار ہم جنگل میں پہنچ گئے تو پھر ہم ان کا بآسانی مقابلہ کر سکیں گے، چاہے ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔"

"تو پھر بسم اللہ کیجیے۔" فاروق بولا۔

"بسم اللہ بے شک کیجیے، لیکن یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ کمرے میں موجود تین کھڑکیوں میں سے کسی میں بھی چٹخنی یا کنڈی نہیں ہے۔"

MALIK.JI
25-Jul-14

"کیا کہنا چاہتی ہو۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"کہیں ان الماریوں میں سے کسی ایک الماری میں تو وہ راستہ نہیں کھلتا، اور اس خیال سے ان میں چٹخنی نہیں لگائی گئی کہ کوئی باہر سے کنڈی نہ لگا دے۔" فرزانہ بولی۔

"یہ بات ہو سکتی ہے، آؤ ان تینوں کھڑکیوں کو دیکھیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید آگے بڑھے۔

عین اسی وقت صدر دروازہ زبردست آواز کے ساتھ گرا، اور بے شمار دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"اب اوپر جا کر مقابلہ کرنے کا سوال بھی ختم ہو گیا۔" انسپکٹر جمشید کی آواز انہیں دور بہت دور سے آتی محسوس ہوئی، انہوں نے پستول نکال لیا۔

"دیواروں کی اوٹ میں کھڑے ہو جاؤ... ہم بدحواس دشمنوں پر حملہ کر کے انہیں کچھ دیر کے لیے ضرور بوکھلا دیں گے۔" انہوں نے ہدایت دی، محمود اور فاروق یہ سن کر ان کی طرف مڑے اور انہوں نے بھی اپنے پستول نکال لیے، لیکن اسی وقت فرزانہ کی کپکپاتی آواز نے انہیں چونکا دیا۔

"خف... خفیہ راستہ مل گیا ہے۔"

"ارے۔" تینوں تیزی سے اس کی طرف جھپٹے۔

درمیانی الماری میں ایک دروازہ نمودار ہو چکا تھا، فرزانہ

کی انگلی الماری میں لگی ایک کیل پر تھی۔

"جلدی کریں، کہیں دشمن سر پر نہ پہنچ جائیں اور ہم دیکھ نہ لیے جائیں۔" اس نے کہا۔

وہ نمودار ہونے والے دروازے میں داخل ہو گئے، سب سے آخر میں انسپکٹر جمشید داخل ہوئے، اس طرف بھی دروازے میں... ایک کیل نظر آئی۔

ابھی فرزانہ نے کیل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ قدموں کی آواز حد درجے تیز ہو گئی، شاید کوئی آن میں وہ لوگ کمرے میں داخل ہوا چاہتے تھے، فرزانہ نے فوراً کیل کھینچ لی، دروازہ فوراً بند ہو گیا۔

"چلیے ابا جان! ہم آخرکار بال بال بچ گئے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"ابھی ہم جائیں گے نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"مجھے اس کمرے میں ایک کام ہے، ہم یہیں ٹھہر کر انتظار کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"گویا آپ پھر اس کمرے میں جائیں گے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! مجھے جانا ہی ہوگا، اس کے بغیر کام نہیں چلے گا، یہ سارا

MALIK JI
25-Jul-14

منصوبہ بری طرح ناکام ہو جائے گا، اس لیے میرا اس کمرے میں جانا ضروری ہے ۔" انہوں نے کہا۔

"آپ وہاں کیا کرنا چاہتے ہیں ۔" محمود نے پوچھا۔

"سرسہراب اس وقت دستانے پہنے ہوئے نہیں تھا، دراصل اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہم ہوٹل سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس لیے اس سے یہ بے احتیاطی ہو گئی، لیکن ہم یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے، پہلے ہی جیتی جتائی بازی ہار چکے ہیں ۔"

"تو آپ اس کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے ۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن اس کے کمرے پر تو اب دشمنوں کا قبضہ ہے ۔"

"وہ کمرے کو خالی پا کر فوراً اس میں سے نکل جائیں گے اور ادھر ادھر ہمیں تلاش کریں گے اور اس وقت میں جا کر نشانات لے آؤں گا ۔" انہوں نے کہا۔

"کہیں یہ لوگ بھی خفیہ راستہ نہ تلاش کر لیں ۔" فرزانہ نے خوف کا اظہار کیا۔

"نہیں! اس افراتفری میں ان کا ذہن اس طرف ہرگز نہیں جائے گا، ہم نے بھی یہ بات صرف اس لیے جان لی تھی کہ سرسہراب

ہمارے سامنے غائب ہوا تھا ۔" انہوں نے کہا۔

پھر پندرہ منٹ گزر گئے، آخر انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو اشارہ کیا، اس سے پہلے انہوں نے اپنے اپنے پستول ہاتھوں میں لے لیے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کمرے میں چند ایک آدمیوں کو چھوڑ گئے ہوں ۔"

دروازہ کیل کھینچتے ہی کھل گیا، چند سیکنڈ تک انتظار کرنے کے بعد انسپکٹر جمشید اللہ کا نام لے کر الماری میں سے ہوتے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئے، کمرے میں کوئی نہیں تھا، فوراً ہی انہوں نے گریفائٹ پاؤڈر مختلف جگہوں پہ چھڑکا اور اپنے ننھے منے سپیشل قسم کے کیمرے سے ان جگہوں کی تصویریں اتار لیں۔ اس کام میں ان کے صرف چند سیکنڈ لگے، دوسرے ہی لمحے وہ واپس الماری میں داخل ہو رہے تھے ۔

دروازہ بند کرنے کے بعد انہوں نے ٹارچ کی روشنی میں اس جگہ پہ توجہ دی جہاں وہ کھڑے تھے اور اس وقت انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک سرنگ میں کھڑے تھے۔

○

MALIK JI
25-Jul-14

سہراب کون؟

"یہ سرنگ ہمیں نہ جانے کہاں لے جائے، اس سے پہلے میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سرنگ میں؟" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچ کر اس کام کا وقت کہاں ملے گا۔" انہوں نے کہا اور وہیں اکڑوں بیٹھ گئے، ٹارچ انہوں نے محمود کے ہاتھ میں دے دی۔

اس کے بعد انہوں نے نشانات کی جو تصویریں لی تھیں، ان کے پوزیٹو تیار کیے... چند سیکنڈ تک ان نشانات کو بغور دیکھتے رہے اور پھر اُٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے منہ سے کچھ بھی نہ کہا تو تینوں بے چینی محسوس کرنے لگے۔

"خیر تو ہے ابّا جان! کیا آپ کسی نتیجے پر پہنچ گئے ہیں۔" فرزانہ نے ٹارچ کی روشنی میں انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"کچھ ہمیں بھی بتایئے۔" محمود بولا۔

"آؤ چلیں، دیکھیں تو سہی، یہ سرنگ ہمیں کہاں لے جاتی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"جی بہت بہتر!" وہ ان کے پیچھے چلنے لگے، سرنگ زیادہ چوڑی نہیں تھی، اس میں سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا، اس لیے وہ آگے پیچھے چل رہے تھے، تقریباً پندرہ منٹ تک چلنے کے بعد سرنگ ختم ہو گئی اور ایک دروازہ نظر آنے لگا، اس دروازے پر بھی ایک کیل لگی تھی، انسپکٹر جمشید نے اس کیل کو کھینچا تو دروازہ کھل گیا اور پھر انہوں نے قدم آگے بڑھائے۔

وہ ایک پتلی سی گلی میں کھڑے تھے، آگے بڑھے تو ایک زینہ نظر آیا، وہ بے دھڑک سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے، یہ زینہ انہیں ایک برآمدے میں لے آیا، انہوں نے دیکھا، برآمدے کے دونوں طرف کمرے تھے۔

"یہ جگہ تو جانی پہچانی سی لگتی ہے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! میرا خیال ہے، یہ ہوٹل خیابان کے ملازموں کے کوارٹرز ہیں۔" محمود بولا۔

"تم ٹھیک سمجھے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ "ہوٹل میں داخل ہونے کے لیے ہم اس طرف سے ہی آئے تھے... اور ہماری نظر ان کوارٹروں پر پڑی تھی۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"اس کا مطلب ہے، یہ کوارٹر آگ سے محفوظ رہ گئے... لیکن ابا جان سر سہراب کو تو برسوں سے کسی نے نہیں دیکھا، اب ہم کسی پر کس طرح انگلی رکھ سکیں گے کہ یہ سر سہراب ہے؟"

"دیکھا جائے گا۔" انہوں نے کہا اور اس سڑک پر نکل آئے جو ہوٹل خیاباں کے صدر دروازے تک لے جاتی تھی، لیکن اب وہاں کیا تھا، ہوٹل تو راکھ اور ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا، دھواں اب تک اٹھ رہا تھا، کہیں کہیں آگ بھی سلگ رہی تھی، شاید ان کے نکل جانے کے بعد اور سر سہراب کے اپنے آدمیوں کو بلا لینے کے بعد فائر بریگیڈ والوں نے آگ بجھا دی تھی، ورنہ اتنی جلدی آگ نہیں بجھ سکتی تھی۔

وہ ہوٹل کے پاس سے نکلتے چلے گئے، یہاں تک کہ ایک پبلک بوتھ کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے کسی کے نمبر گھمائے... سلسلہ جلد ہی مل گیا، انہوں نے فون میں صرف اتنا کہا:

"کام تیار ہے، ہوٹل خیابان کے آس پاس پہنچ جائیں۔"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے، تینوں کافی حیران تھے، لیکن اس موقعے پر انہوں نے کوئی سوال کرنا مناسب نہ سمجھا، وہ ہوٹل کی طرف چل پڑے، بشیر ریاض ایک جگہ کھڑا حسرت بھری نظروں سے اپنے ہوٹل کو دیکھ رہا تھا، اس کے برابر جمال شاہ تھانے دار بھی موجود تھا، بشیر ریاض کے پیچھے

بیروں کی کافی تعداد کھڑی آنسو بہا رہی تھی، انہوں نے بشیر ریاض کو کہتے سنا۔

"میں لٹ گیا، تباہ ہو گیا، میرا نقصان کس طرح پورا ہو گا... وہ تو جل کر راکھ ہو گیا جس نے کہا تھا کہ نقصان میں پورا کروں گا۔"

"ہم سر سہراب سے بات کریں گے، ہوٹل انہوں نے جلوایا ہے۔" جمال شاہ نے کہا۔

"انہوں نے تو کہا تھا کہ میں ان لوگوں کو باہر نکال دوں، لیکن میں انہیں نہ نکال سکا۔"

"خیر کوئی . . . ." جمال شاہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت اس کی نظر ان چاروں پر پڑ گئی تھی، اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیل گئیں، اس کی بدلتی ہوئی حالت دیکھ کر بشیر ریاض اور دوسروں نے بھی اس سمت میں دیکھا اور پھر ان کا بھی وہی حال ہوا، اتنے میں چاروں ان کے قریب پہنچ گئے۔

"ہوٹل کا نقصان میں پورا کروں گا، میں تحریر لکھ کر دے چکا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اُف خدا! آپ لوگ . . . زندہ ہیں۔" بشیر ریاض کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

MALIK JI
25-Jul-14

"ہمارا خیال تو یہی ہے کہ زندہ ہیں، اگر آپ ہمیں مردہ سمجھتے ہیں تو یہ اور بات ہے۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"خدا کا شکر ہے، اب میں اپنا سارا نقصان وصول کر سکوں گا۔" بشیر ریاض نے خوش ہو کر کہا۔

"میں نقصان ضرور پورا کر دوں گا، میں نے اپنے منیجروں کو فون کیا ہے، وہ ابھی آتے ہی ہوں گے۔"

"منیجروں کو! آپ کے کتنے منیجر ہیں۔" جمال شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ لوگ مجھے نہیں جانتے، میں اس ملک کا ایک بہت اہم آدمی ہوں، اس ہوٹل کا نقصان میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتا، یہ تو میں چٹکی بجانے میں پورا کر دوں گا۔"

"بہت خوب! پھر تو مزہ آگیا۔" بشیر ریاض نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! ابھی اور آئے گا۔"

اسی وقت ایک لمبی سی کار ان کے پاس آ کر رکی۔

"بشیر ریاض صاحب۔۔۔ آیئے، تفصیل سے بات کریں گے اور مسٹر جمال شاہ اگر آپ بھی بطور گواہ ساتھ ہو جائیں تو بہت اچھی بات ہے، آپ کے سامنے ساری ادائیگی کر دی جائے گی۔"

"میں ضرور چلوں گا، بشیر ریاض صاحب میرے گہرے دوست ہیں، ان کا نقصان میرا نقصان ہے اور اگر ان کا نقصان پورا ہو رہا ہے تو میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"تو پھر کار میں تشریف رکھیے۔"

اتنی دیر میں کار میں سے ایک آدمی نکل کر ان کے لیے دروازہ کھول چکا تھا، کار میں تین آدمی پہلے ہی موجود تھے۔۔۔ کار تین سیٹوں والی تھی، پچھلی دو سیٹیں خالی تھیں، بشیر ریاض اور جمال شاہ کو درمیانی سیٹ پر بٹھایا گیا، وہ خود سب سے پچھلی سیٹ پر بیٹھے، کار میں آنے والے نوجوان پہلے ہی اگلی سیٹ پر تھے، ان کے بیٹھتے ہی کار چل پڑی، اس کے ساتھ ہی ایک لمبی سی کار اور ان کے برابر سے نکل کر آگے چلی گئی اور ان سے کچھ فاصلے پر چلنے لگی۔ یہ بھی بالکل ویسی ہی کار تھی، محمود، فاروق اور فرزانہ نے مڑ کر دیکھا، تو ایک کار ان کے پیچھے بھی تھی۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔" کچھ دیر بعد جمال شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"نزدیک ہی کسی پرسکون جگہ پر بیٹھ کر ہوٹل کے نقصان کا اندازہ لگایا جائے گا۔۔۔ آپ کو چیک لکھ کر

MALIK JI
25-Jul-14

دیا جائے گا، اور پھر آپ کی مرضی، جہاں چاہے جا سکیں گے۔"

انسپکٹر جمشید کے ان الفاظ کے ساتھ ہی کار کی رفتار تیز ہو گئی، اس کے ساتھ ہی اگلی اور پچھلی کار کی رفتار بھی تیز ہو گئی، انہوں نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور محمود کو بھی پستول نکالنے کا اشارہ کیا، جب اس نے پستول نکال لیا تو انہوں نے اپنے پستول کی نالی بشیر ریاض کے سر پہ رکھ دی، اس کے ساتھ ہی محمود نے نالی جمال شاہ کے سر سے لگا دی۔

"سر سہراب! تم ہار گئے، اب تم اس پوزیشن میں ہو کہ اپنے ایک آدمی کو بھی مدد کے لیے نہیں بلا سکتے، حالانکہ دیکھ لو، ہم تمہارے محل کے بالکل قریب سے گزر رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید کی آواز نے کار کے اندر سنسنی دوڑا دی، محمود، فاروق اور فرزانہ کا مارے حیرت کے برا حال تھا، وہ ابھی تک یہ نہیں سمجھ پائے تھے کہ ان کے والد نے ان میں سے سر سہراب کسے کہہ کر پکارا ہے۔

"کیا مطلب؟" بشیر ریاض نے چونک کر کہا۔ "آپ سر سہراب کسے کہہ رہے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں میں نے کسے کہا ہے۔" انسپکٹر جمشید شوخ

لہجے میں بولے۔

"تت... تو... تو کیا جمال شاہ دراصل سر سہراب ہے۔" بشیر ریاض کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"میں اور سر سہراب، یہ کیا مذاق ہے۔" جمال شاہ نے تنک کر کہا۔

"میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور سر سہراب ہے، کون ہے، یہ تم خود فیصلہ کر لو، اگر فیصلہ نہ کر سکے تو دونوں ایک جیسی سزا کے حق دار سمجھے جاؤ گے۔"

"آپ... آپ کون ہیں۔" جمال شاہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"تم میں سے جو کوئی بھی سر سہراب ہے، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"مم... میں تو بالکل نہیں جانتا۔" بشیر ریاض ہکلایا۔

"اور نہ میں جانتا ہوں۔" جمال شاہ بولا۔

"گویا تم دونوں یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم سر سہراب نہیں ہو، خیر! سنو میں بتاتا ہوں، انگریزوں کے جانے کے بعد جب یہاں کے لوگ سر سہراب کے خلاف ہو گئے تو وہ

MALIK JI
25-Jul-14

غائب ہو گیا۔ . . . اس بات کا ثبوت مل گیا ہے کہ اس
نے ہمارے پڑوسی ملک میں جا کر پناہ لے لی تھی، فیروز
آباد ایک سرحدی شہر ہے، یہاں سے وہ سرحد عبور کر
گیا ہو گا، پڑوسی ملک نے اسے اپنا آلہ کار بنا لیا، اسے
یہاں واپس آنے پر تیار کیا، اس کا بھیس بدلا گیا اور
اسے ایک بہت بڑی رقم دی گئی اور یہ بتا دیا گیا کہ
رقم اسے بدستور ملتی رہے گی، اس رقم سے وہ قصبے
کے بدمعاشوں کو اپنے ساتھ ملا سکتا ہے، بڑے بڑے
افسروں کو خرید سکتا ہے، یہاں تک کہ ساری انتظامیہ
کو اپنا سکتا ہے اور ایک دن عملی طور پر سارے
قصبے پر چھا سکتا ہے، پھر دوسرے قصبوں اور شہروں
کا رخ کر سکتا ہے، اس طرح وہ آخر کار ایک بہت
با اثر آدمی بن جائے گا اور وہ لوگ اس سے اپنی
مرضی کے مطابق کام لے سکیں گے، ہمارے ملک میں
سازشیں کرا سکیں گے، بغاوتیں کرا سکیں گے، وطن کا
سکون تباہ و برباد کرا سکیں گے، یہ تھی ہمارے پڑوسی
ملک کی سکیم، چنانچہ ایسا ہی ہوا، سر سہراب یہاں آ گیا،
اور اس نے پوشیدہ رہ کر لوگوں کو خریدنا شروع
کر دیا، اس نے پانی کی طرح روپیہ بہایا، کیونکہ اسے

خود تو کمانا پڑتا نہیں تھا، اس نے اپنا نام بھی خوب
اچھالا، لیکن خود کسی کے سامنے نہ آیا اور پھر اس نے
ہوٹل خیابان بھی خرید لیا۔"

"کیا!!!" وہ اچھل پڑے۔

"نہیں!!!" بشیر ریاض چیخا۔

"اُف خدا . . . . تو . . . تو یہ سر سہراب ہے۔" جمال شاہ
کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اور اس نے تمہیں بھی خرید رکھا ہے جمال شاہ،
یہ جسے بھی خرید لیتا تھا، اسے ایک پیتل کا مجسمہ دے دیا
کرتا تھا، یہ اس بات کا ثبوت ہوتا تھا کہ اب وہ سر سہراب
کا زر خرید غلام ہے، وہ مرتے دم تک اس کے خلاف ایک
لفظ بھی منہ سے نہیں نکال سکتا، اس کا راز فاش نہیں
کر سکتا، وہ مر تو سکتا ہے، زبان نہیں کھول سکتا، اور
ایسے آدمیوں کو زہر بھی انگوٹھی کے نگینوں کے نیچے رکھ
کر دے دیا جاتا تھا تا کہ اگر زبان کھولنے کی نوبت آ
جائے تو اس سے پہلے ہی وہ اپنا خاتمہ کر لیں، یہ تھے
کل حالات اور اب سر سہراب ہمارے ساتھ سفر کر رہے
ہیں، میں ہیڈ کوارٹر پہنچ کر یہ بات ثابت کر دوں گا کہ
مسٹر بشیر ریاض ہی سر سہراب ہیں۔"

MALIK JI
25-Jul-14

"آپ کس طرح ثابت کریں گے۔" محمود نے پوچھا۔

"بشیر ریاض کا لائٹر واقعی میں نے اڑایا تھا اور پھر واپس بھی میں نے ہی رکھا تھا .... میں نے وہاں اس پر سے انگلیوں کے نشانات اُٹھا لیے تھے، اور سر سہراب کے محل کے اس کمرے سے بھی نشانات اٹھائے ہیں، جس میں بیٹھ کر یہ احکامات دے رہا تھا، دونوں نشانات ایک دوسرے سے مل گئے ہیں۔"

"بہت خوب! لیکن وہ آدمی کون تھا جو دارالحکومت میں سر سہراب کے ایک آدمی کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور پھر سر سہراب کا وہ آدمی پکڑا گیا، لیکن اس نے زبان کھولنے کی بجائے زہر کھا لیا۔"

"وہ ایک ایسا آدمی تھا جسے سر سہراب خرید نہ سکا، اس نے خطرہ محسوس کیا اور یہاں سے بھاگ نکلا، اس کا ارادہ مجھ تک پہنچنے کا تھا، لیکن اس سے پہلے ہی اسے ختم کر دیا گیا، جہاں تک میرا خیال ہے، سر سہراب کو ٹڑدی ملک کے سازشیوں نے یہ بھی بتا دیا ہو گا کہ وہ مجھ سے ہوشیار رہے، انہوں نے میری تصویر بھی اسے دکھا دی ہو گی .... یہی وجہ ہے کہ اس نے غور سے دیکھنے کے بعد ہوٹل کے کمرے میں مجھے پہچان لیا تھا ... اور یہیں سے مجھ پر حملہ کرنے اور بھسم کرنے کا پروگرام بنایا گیا، یہاں تک کہ اس نے اپنے ہوٹل تک کو بھسم کرنے کی ٹھان لی۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے، بشیر ریاض یا جمال شاہ کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا، تھوڑی دیر بعد فرزانہ نے پوچھا۔

"لیکن ابا جان! بکنے والے تو نہ جانے کتنے ہیں، پھر ایک جمال شاہ کو ہی کیوں پکڑا گیا ہے۔"

"ان سب کو بھی دارالحکومت بلایا جائے گا، کسی کو یہ معلوم نہیں کہ سر سہراب پکڑا گیا ہے، اس لیے وہ لوگ بے دھڑک آئیں گے اور گرفتار ہو جائیں گے، ان کی جگہ نئے ایمان دار لوگ وہاں بھیجے جائیں گے اور اسی طرح پورا قصبہ ان لوگوں سے پاک ہو جائے گا۔"

"واہ! کتنا اچھا پروگرام ہے، پاکی اور صفائی کا کتنا خیال ہے آپ کو اور کیوں نہ ہو، ہمارا ملک ایسے لوگوں سے پاک صاف ہونا ہی چاہیے، خدا کا شکر ہے کہ یہ کیس بھی ختم ہوا، اگرچہ یہ بالکل ہی نئے انداز سے ختم ہوا ہے، ہم مجرم گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں، حالانکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سب کے سامنے گرفتار کیا جاتا

MALIK JI
25-Jul-14

ہے اور خوب دھڑلے سے گرفتار کیا جاتا ہے، ہماری قسمت بھی عجیب ہے، سیر اور تفریح تو ہم سے یوں روٹھ گئی ہے کہ پاس تک نہیں پھٹکتی... دیکھ لیجیے... کل یہاں آتے تھے اور سورج نکلنے سے پہلے واپس جا رہے ہیں... لاحول ولا قوۃ۔"

فاروق کہتا چلا گیا، ان کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھرتی چلی گئیں۔

○

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے ۱۵

- ○ رابرٹ انڈسٹری کے دفتر میں اچانک ایک سرخ بلب جلنے بجھنے لگا۔
- ○ فرزانہ مسٹر رابرٹ کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ کمرے میں نہیں تھا، جب کہ صرف چند لمحے پہلے کمرے میں موجود تھا۔
- ○ انسپکٹر جمشید پر ایسے عالم میں ایک خونخوار کتے نے چھلانگ لگائی جب کہ وہ پہلے ہی زخمی تھے۔
- ○ محمود، فاروق اور فرزانہ پر قاتلانہ حملہ۔
- ○ انسپکٹر جمشید کو رابرٹ انڈسٹری کے وارنٹ تلاشی نہ مل سکے، آخر کیوں؟
- ○ وہ تلاشی کیوں لینا چاہتے تھے؟
- ○ تینوں ایک ہیبت ناک آدمی سے ہولناک جنگ لڑتے ہیں۔
- ○ ایک ایسا ناول جو آپ کو مدتوں یاد رہے گا اور جس کا آپ کو مدت سے انتظار تھا۔

قیمت: 4.50 روپے

سازش ایک جال ہے

اشتیاق احمد

MALIK JI
25-Jul-14

خوش خبری یہ ہے!

ہزاروں بچوں کے اصرار پر سوال اور جواب کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ ہر ناول میں اسی سے متعلق ایک سوال دیا جائے گا، آپ اس کا سوچ سمجھ کر جواب دیا کریں گے، جن بچوں، بڑوں اور بوڑھوں کا جواب ٹھیک ہوگا، ان کے نام پتوں سمیت آئندہ آنے والے ناولوں میں شائع کیے جایا کریں گے، اس سلسلے میں کسی کو ذاتی طور پر جواب نہیں دیا جائے گا۔

پہلے تین صحیح جوابات پر پانچ پانچ ناولوں کا انعام بذریعہ رجسٹری روانہ کیا جائے گا، آپ اپنی پسند کے ناولوں کے نام بھی ساتھ لکھ کر بھیج سکتے ہیں، لیکن ناول **مکتبہ اشتیاق** کے ہی ہوں گے۔

اُمید ہے، یہ خوش خبری آپ کے لیے واقعی خوش خبری ثابت ہوگی، اب صفحہ لیٹیے اور **انعامی سوال** پڑھیے، صحیح جواب بھی آئندہ ناول میں دیا جائے گا۔

آپ کا

اشتیاق احمد

مکتبہ اشتیاق

کا

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کا

چودھواں ناول

قاتل قصبہ آپ نے پڑھا، انعامی سوال نیچے دیا جا رہا ہے صحیح جواب دے کر انعام بھی حاصل کریں، اور اپنے نام اور پتے بھی شائع کرائیں۔ نام اور پتے تمام صحیح جواب والوں کے شائع کیے جائیں گے، جب کہ انعام صرف پہلے تین موصول ہونے والے بالکل صحیح جوابات پر دیا جائے گا۔

سوال: صفحہ ۴۹ پر انسپکٹر جمشید اچانک غسل خانے میں کیوں گئے تھے؟

MALIK JI
25-Jul-14

یہ تجویز سرگودھا کے جناب سعید مختار نے پیش کی، مجھے بھی پسند آئی، لہٰذا آپ اس ماہ محمود سے سوال کریں... سوالات جس قدر چٹ پٹے ہوں گے، جوابات بھی محمود صاحب اسی قدر چٹ پٹے دیں گے، دل چسپ ترین سوال پوچھنے والے کو پانچ ناولوں کا پیکٹ بطور تحفہ روانہ کیا جائے گا۔

آپ یہ سوالات محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کسی بھی ناول کے بارے میں کر سکتے ہیں، کوئی قید نہیں۔

اسی طرح ہر ماہ آپ کے یہ کردار باری باری آپ کو جواب دیں گے، آئندہ ماہ فاروق سے سوالات کرنے کے لیے ابھی سے سوچنا شروع کر دیں۔

آپ کا

اشتیاق احمد

حدیث شریف

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کا دوست اور مددگار ہے۔

(ترمذی)

MALIK JI
25-Jul-14

MALIK JI.
25-Jul-14

دو باتیں

السلام علیکم!

ایک مسلمان کو بالوں سے پکڑ کر تیل چھڑکا گیا اور پھر آگ لگا دی گئی — یہ خبر بھارت میں ہونے والے مظالم کے بارے میں آپ اخبارات میں پڑھ چکے ہوں گے۔ آئے دن اس قسم کی خبریں پڑھنے میں آتی رہتی ہیں۔ اب ذرا غور کریں ان ناولوں کی طرف جو میں نے ہندوازم کے خلاف لکھے اور جن پر پاکستان میں بسنے والے ہندوؤں نے اعتراضات کیے۔ اعتراضات میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ مسلمان ہندوستان میں بہت امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں، لیکن اخبارات کچھ اور ہی کہانیاں سناتے ہیں۔ یہاں صرف اور صرف ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا ہندوستان کے اخبارات میں کبھی اس قسم کی خبر شائع ہوئی ہے کہ پاکستان میں اتنے ہندو زندہ جلا دیے گئے۔ یا موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ میرا خیال ہے۔ اس قسم کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی، لہٰذا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا — ہندوستان میں واقعی مسلمانوں پر مظالم توڑے جاتے ہیں۔ تو پھر میں کیوں نہ اس قسم کے ناول لکھوں —